HAZRAT MIRZA GHULAM AHMAD, THE PROMISED MESSIAH AND MAHDI

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY **THE AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM, Inc**, AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St., Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**
Postmaster: Send address changes to:

THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. BOX 226
CHAUNCEY, OH 45719

مارچ ۲۰۰۲ء | امان ۱۳۸۱ ہش

فہرست مضامین

نگران صاحبزادہ مرزا مظفر احمد
امیر جماعت احمدیہ امریکہ

ایڈیٹر
سید شمشاد احمد ناصر

۱۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَ لَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ (صف : ۱۰)

(اللہ) وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیان (باطلہ) پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔

تفسیر قرطبی میں ہے: "ذٰلِکَ اِذَا نَزَلَ عِیْسٰی لَمْ یَکُنْ فِی الْاَرْضِ دِیْنٌ اِلَّا الْاِسْلَامُ" (قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۸۶)

کہ دینِ حق کا غلبہ حضرت مسیح کے نزول کے وقت ہوگا اور اس زمانے میں ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اسلام کے سوا اور کوئی مذہب دنیا میں نہیں ہوگا۔

پھر تفسیر قمی میں آیت کی تشریح یوں کی گئی ہے :۔ وَهُوَ الْاِمَامُ الَّذِیْ یُظْهِرُهُ اللّٰهُ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ فَیَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّ عَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّ جَوْرًا وَ هٰذَا مِمَّا ذَکَرْنَا اَنَّ تَاْوِیْلَهٗ بَعْدَ تَنْزِیْلِهٖ" (تفسیر قمی جلد ۲ صفحہ ۳۱۷)

کہ دینِ حق کا تمام ادیان پر غلبہ امام آخر الزمان کے ذریعہ ہوگا پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے معمور کر دے گا جبکہ اس سے پہلے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی اور شریعتِ حقہ کے نفاذ کی یہ حقیقت اس کے نزول کے بعد ہی عملی جامہ پہنے گی۔

۲۔ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (جمعہ : ۴)

اور ان میں سے ایک گروہ آخرین کا ہے جو ابھی ان سے ملا نہیں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر قرطبی میں اس آیت کی تشریح میں امام بخاری و مسلم کی یہ حدیث درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے تلاوت فرمائی "وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ" تو ایک آدمی نے حضورؐ سے دریافت کیا حضور! یہ کون لوگ ہیں؟ اور یہ دو تین دفعہ سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم میں حضرت سلمان فارسی بھی تشریف رکھتے تھے پس آپؐ نے حضرت سلمان فارسی پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور ارشاد فرمایا لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ کہ اگر ایمان ثریا پر بھی اٹھ گیا تب بھی ابناءِ فارس میں سے اسے ضرور واپس لائیں گے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۹۳)

بعض روایات میں رَجُلٌ مِنْ فَارِسٍ آیا ہے۔

حضورؐ کی خدمت میں سوال یہ کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ حضورؐ نے جواب میں ایک مامور کی بعثت کا ارشاد فرمایا اور اوپر والی آیت سے وہ عقدہ بھی حل ہوگیا کہ وہ امام آخر الزمان ہے :۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ علامہ عبد الغفور صاحب اپنی کتاب النجم الثاقب میں امام مہدی کے بارہ میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:۔

"عَنْ حُذَیْفَۃَ بْنِ یَمَانٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَمِائَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَۃً یَبْعَثُ اللّٰہُ الْمَھْدِیَّ۔" (النجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

حذیفہ بن یمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ۱۲۴۰ھ گذر جائے گا تو اللہ تعالیٰ امام مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔

۲۔ دار قطنی میں امام مہدی کے ظہور کی نشانی کے بارہ میں یہ حدیث درج ہے:۔

"اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ یَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ۔" (دار قطنی جلد اول صفحہ ۱۸۸)

ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں جب سے زمین و آسمان کی تخلیق ہوئی وہ کسی کے لئے ظاہر نہیں ہوئیں کہ رمضان میں چاند گرہن اپنے گرہن والی راتوں میں سے پہلی رات اور سورج گرہن اپنی تواریخ میں سے درمیانی دن واقع ہوگا۔

سو یہ پیشگوئی واقعتاً مشرقی ممالک میں ۱۳ رمضان ۱۳۱۱ھ کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان ۱۳۱۱ھ کو سورج گرہن کے وقوع سے پوری ہوئی۔

حضرت غلام فرید چاچڑاں شریف[1] لکھتے ہیں:۔

"ہرگاہ خسوفِ قمر و کسوفِ شمس بتاریخ ششم از ماہ اپریل ۱۸۹۴ء ہژدہ صد و نود و چہار عیسوی واقع شدہ است و آں بتاریخ سیزدہم رمضان کہ اول شب از شبہائے خسوف است بوقوع آمدہ و کسوف درمیانہ روز از روزہا کسوف شمس واقع گشتہ است۔" (اشاراتِ فریدی جلد سوم صفحہ ۷۲)

کہ چونکہ ماہ اپریل ۱۸۹۴ء کی چھٹی تاریخ کو خسوف قمر اور کسوفِ شمس واقع ہو گیا ہے اور یہ مطابق ۱۳ رمضان ہے کہ جو چاند گرہن کی راتوں سے پہلی رات ہے واقع ہوا اور سورج گرہن اپنی گرہن والی راتوں میں سے درمیانی رات واقع ہوا۔

---

[1] حضرت بابا غلام فرید چاچڑاں شریف ایک متبحر عالم اور سجادہ نشین تھے۔ بہاولپور کے علاقہ میں ان کے مریدوں کی کثرت ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں حضرت اقدس کی صداقت کا اقرار کیا تھا۔

مخالفت کی مَیں پروا نہیں کرتا۔ مَیں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کے لئے لازمی سمجھتا ہوں

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلہ کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے

یہ جماعت اب دن بہ دن بڑھ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ بڑھے۔ پس یہ بڑھے گی اور ضرور بڑھے گی

”میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔ وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ دنیا اس کو بالکل بھول جاوے۔ خدائے واحد کی عبادت ہو۔ میرے ان مقاصد کو دیکھ کر یہ لوگ میری مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جو کام نفاق طبعی اور دنیا کی گندی زندگی کے ساتھ ہونگے وہ خود ہی اس زہر سے ہلاک ہو جائیں گے۔ کیا کاذب کبھی کامیاب ہو سکتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِیۡ مَنۡ ھُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ﴾ (المومن:۲۹) کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لئے ہوں۔ اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو، پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ یاد رکھو، میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو خواہ ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔

مخالفت کی مَیں پروا نہیں کرتا۔ مَیں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کے لئے لازمی سمجھتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چپ چاپ اسے قبول کر لیا ہو۔ دنیا کی تو عجیب حالت ہے۔ انسان کیسا ہی صدیق فطرت رکھتا ہو مگر دوسرے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے، وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلہ کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے۔ بعض اوقات چار چار پانچ پانچ سو کی فہرستیں آتی ہیں اور دس دس پندرہ پندرہ تو روزانہ درخواستیں بیعت کی آتی رہتی ہیں اور وہ لوگ علیحدہ ہیں جو خود یہاں آ کر داخل سلسلہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں“۔ (ملفوظات جلد چہارم جدید ایڈیشن صفحہ ۴۷۲،۴۷۳)

”اگر کوئی شخص ہماری جماعت سے نفرت کرتا ہے تو کرے۔ لیکن اسے کم از کم غیرت اسلام کے تقاضا سے اور اسلام کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ بھی تو ضرور ہے کہ وہ کسی ایسی جماعت کو تلاش کرے اور اس کا پتہ دے جو حجج و براہین اور خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات اور روشن آیات سے کسر صلیب کر رہی ہے۔ مگر مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ خواہ شرقاً غرباً شمالاً جنوباً کہیں بھی چلے جاؤ اس جماعت کا پتہ بجز میرے نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اس غرض کے واسطے مجھے ہی مبعوث کر کے بھیجا ہے۔ میرے دعویٰ کو سن کر نری بدظنی اور بدلگامی سے کام نہ لو بلکہ تمہیں چاہئے کہ اس پر غور کرو اور منہاج نبوت کے معیار پر اس کی صداقت کو آزماؤ۔ انسان ایک پیسے کا برتن لیتا ہے تو اس کی بھی دیکھ بھال کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری باتوں کو سنتے ہی بغیر فکر کئے گالیاں دینی شروع کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی نامناسب امر ہے۔ جو طریق مَیں نے پیش کیا ہے اس طرح پر میرے دعویٰ کو آزماؤ اور پھر اگر اس طریق سے بھی تم مجھے کاذب پاؤ تو بے شک افسوس کے ساتھ چھوڑ دو۔ لیکن مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مَیں مفتری نہیں ہوں، کاذب نہیں ہوں بلکہ مَیں وہی ہوں جس کا وعدہ نبیوں کی زبانی ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کو آنحضرت ﷺ نے سلام کہا ہے۔ وہی مسیح موعود ہوں جو چودھویں صدی میں آنے والا تھا اور جو مہدی بھی ہے۔ مجھے وہی قبول کرتا ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے دیکھنے والی آنکھ عطا کرتا ہے اور یہ جماعت اب دن بدن بڑھ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ بڑھے پس یہ بڑھے گی اور ضرور بڑھے گی“۔ (ملفوظات جلد چہارم۔ جدید ایڈیشن صفحہ ۴۷۰،۴۷۱)

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں

حضرت اقدس کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے الفاظ بیعت

حضرت اقدس نے آج سے سو سال قبل جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھتے ہوئے بیعت کے جو الفاظ اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمائے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے۔ اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور اشتہار کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہونگا اور میں اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ ربّ انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہٗ لا یغفر الذنوب الّا انت۔"

حضور کی تحریر کا عکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا۔ اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور اشتہار کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا اور میں اپنی گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

دیکھو خُدا نے ایک جہاں کو جُھکا دیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاکیزہ اور دلکش منظوم کلام

دیکھو خُدا نے ایک جہاں کو جُھکا دیا　　گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

جو کچھ مِری مُراد تھی سب کچھ دکھا دیا　　میں اِک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا　　میں خاک تھا اُسی نے ثُریّا بنا دیا

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہُنر　　کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اِس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی　　میرے وُجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رجُوعِ جہاں ہُوا
اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہُوا

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اَے میرے کریم　　کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قُرب و جوار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند　　ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

اے مرے پیارے فِدا ہو تجھ پہ ہر ذرّہ مِرا
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار

بچوں سے عزت سے پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو

اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے

اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور پھر دس سال کی عمر تک انہیں سختی سے اس پر کاربند کرو

(احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ سے بچوں کے حقوق کا تذکرہ)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۱/ فروری ۲۰۰۰ء)

لندن (۱۱/ فروری): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے سورۃ سبا کی آیت نمبر ۳۸ کی تلاوت کی اور اس کے ترجمہ کے بعد فرمایا کہ خطبات میں حقوق کے مضامین کا جو سلسلہ چل رہا ہے اس سلسلہ میں یہ بھی ایک کڑی ہے اور اس کا تعلق زیادہ تر بچوں کے حقوق سے ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے مختلف احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہوئے ضروری نصائح فرمائیں۔

حضور ایدہ اللہ نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بچوں سے عزت سے پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ حضور نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے بچوں سے شروع سے ہی عزت سے پیش آتے ہیں ان کے بچے بڑے ہو کر ان کی بھی عزت کرتے ہیں اور باہر دوسروں سے بھی عزت سے پیش آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اور اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو۔ پھر دس سال کی عمر تک انہیں سختی سے اس پر کاربند کرو ورنہ ان کے بستر الگ الگ بچھاؤ۔ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ نماز تو انسانی زندگی کی جان ہے۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا تحفہ ہے جو انسانوں کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کی عادت ڈالنے کے لئے بھی بچپن سے تربیت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کا طریق آنحضرت ﷺ نے یہ سکھایا کہ سات سال کی عمر سے نماز پڑھانی شروع کرو۔ محبت و پیار سے اسے سکھاؤ۔ حضور انور نے فرمایا کہ دراصل جو ماں باپ نمازیں پڑھنے کے عادی ہوں ان کے سات سال سے چھوٹی عمر کے بچے بھی ساتھ کھڑے ہو کر نمازیں پڑھنے لگتے ہیں۔ مگر وہ نماز نہیں محض نقل ہے جو اچھی نقل ہے۔ جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو پھر اسے اچھی طرح نماز کی تربیت دو۔ اگر بچہ دس سال تک پیار و محبت سے سیکھتا رہے تو دس اور بارہ سال کے درمیان مناسب سرزنش و سختی بے شک کرو۔ جب بارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے تو پھر اس پر کسی سختی کی اجازت نہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے ایک اور حدیث کے حوالہ سے بتایا کہ بچے کا ماں باپ پر یہ حق ہے کہ اسے کھانے کے آداب بھی سکھائے جائیں۔ وہ بسم اللہ پڑھ کر کھائے اور اپنے سامنے سے کھائے۔

حضور نے فرمایا کہ اپنے بچوں پر پیار آئے تو دوسرے بچوں پر بھی پیار آنا چاہئے۔ بچہ معصوم خود پیار چاہتا ہے۔ آنحضرتؐ اپنے بچوں کو بھی پیار دیتے تھے اور دوسرے بچوں کو بھی پیار دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ چمٹانے لگا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کیا تم اس سے رحم کا سلوک کرتے ہو۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تجھ پر اس سے بہت زیادہ رحم فرمائے گا جتنا تو اس پر کرتا ہے اور وہ خدا اَرْحَمُ الرَّاحِمِین ہے۔

حضور نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جب کبھی آنحضورؐ کو ملنے آتیں تو حضور اکرمؐ کھڑے ہو جاتے، ان کے ہاتھ کو چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ اولاد کی اچھی تربیت کرنا صدقہ دینے سے بہتر ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اچھی تربیت والی اولاد سے صدقات کا لامتناہی سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ چل نکلتا ہے۔ اگر ایک صدقہ دے دو تو وہ تو وہیں رک جائے گا مگر اولاد کی اچھی تربیت کریں گے تو وہ تمہارے لئے صدقہ جاریہ ہو گی۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج کل لوگ اپنے بچوں کی بد تربیت یا ان کی تربیت سے غافل رہنے کی وجہ سے روحانی لحاظ سے عملاً انہیں زندہ در گور کر دیا کرتے ہیں۔

فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمہارا بیوہ یا مطلقہ بیٹیوں کی ضرورت کا خیال رکھنا بہترین صدقہ ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ بعض لوگ اپنی بچیوں کی کمائی پر بیٹھے رہتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ان کی زندگی خراب ہو رہی ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات بھی پڑھ کر سنائے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔ آپ کا ارشاد ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے۔

دکھ دور کرنے کا نسخہ

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے اللہ اس کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے۔ اور جو شخص کسی کی تکلیف اور بے چینی اس دنیا میں دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیف اور بے چینی اس سے دور کر دے گا۔

(بخاری کتاب المظالم باب لا یظلم المسلم المسلم)

مسیح کی آمد ثانی

(رقم فرمودہ:حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس مضمون کی عظمت جتنی بیان کی جائے تھوڑی ہے۔اس کی بنا دنیا کے تین بڑے مذاہب یعنی یہودیت، عیسائیت اور اسلام کی کتب مقدسہ پر ہے۔آمد مسیح کے عقائد ابتداء میں یہودیوں سے شروع ہوئے تھے۔انبیائے بنی اسرائیل نے پہلے پہل اس کے متعلق نبوت کی اور ان کی پیشگوئیاں اور اقوال یہود کی کتب سماوی اور کتب احادیث میں درج ہیں۔ان کی روشن ترین امیدیں اس پیشگوئی میں بھری پڑی تھیں اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں ان کی تمام امیدوں کا مرکز تھا۔پس صفات مسیح کے متعلق صحیح عقائد وہی ہو سکتے ہیں جو علمائے یہود نے اپنی کتب سماوی اور کتب احادیث کے فہم پر بیان کئے اور وہی ہمارے واسطے سب سے زیادہ مستند ہو سکتے ہیں۔

آمد مسیح سے یہود نے کبھی ایسا خیال نہ کیا تھا کہ ایک خدا آدمی کا جنم دھار کر ان کے درمیان آ موجود ہوگا اور نہ وہ شریعت موسوی اور تعلیم انبیاء علیہم السلام پر ایمان لا کر کبھی ایسا وہم وگمان کر سکتے تھے۔یہود کا مذہب واحد خدا کے غیر جسمانی اور غیر محدود ہونے پر کسی انسان کی الوہیت کے عقیدہ کے سخت مخالف تھا اور اس لئے ان کے کسی نبی نے کوئی ایسی تعلیم نہیں دی اور نہ کوئی اسرائیلی کسی ایسے مسئلے کو کبھی مان سکتا تھا۔زمانہ مسیح سے یہود کی یہ مراد ہوا کرتی تھی کہ یہودی قوم کے واسطے امن اور اقبال مندی کا ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں خدا کی توحید بالخصوص عظمت کے ساتھ ظاہر ہوگی۔

دراصل انبیاء نے اپنی پیشگوئیوں میں بنی اسرائیل کو اس بات میں بڑی امیدیں بندھوائی تھیں کہ آمد مسیح کے ساتھ ذات باری کی مطلق توحید تمام قوموں میں جاری وساری ہو جائے گی۔ان کا مسیح ان پہلے انبیاء کا ایک مثیل ہونے والا تھا جو کہ ان کے درمیان گزر چکے تھے۔پس ہم بآسانی اس نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں کہ یہود کو جس مسیح کا وعدہ دیا گیا تھا وہ کوئی خدا نہ تھا بلکہ خدا کا فرستادہ نبی انسان تھا۔مگر یہود کی روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ انبیاء کی پیشگوئیوں کے مطابق دو مسیح پیدا ہونگے۔ایک تکلیف اٹھانے والا مسیح اور دوسرا فاتح مسیح اور اس سے مراد یہ تھی کہ پہلا مسیح توحید کے مذہب کو عام طور پر قائم کرنے میں کامیاب نہ ہوگا بلکہ اس امر میں کامیابی کا فخر دوسرے مسیح کو عطا کیا جائے گا۔

اب عیسائی اور مسلمان ہر دو اس امر پر متفق ہیں کہ پہلے مسیح کے متعلق جو پیشگوئی تھی وہ یسوع ابن مریم کے آنے سے پوری ہوگئی مگر یہود چونکہ یسوع کو ایک جھوٹا نبی قرار دیتے ہیں اس واسطے وہ اب تک مسیح اول کے انتظار میں لگے ہوئے ہیں۔دنیا کے اندر تمام تکالیف اور مصائب کے درمیان جو یہود پر پڑتی رہی ہیں صرف مسیح کی آمد پر ایک چمکیلی امید ہی ہے جو کہ ان کو تمام دکھوں کے وقت ایک سہارا اور ہمت واستقلال کا ڈھارس بندھاتی رہی ہے۔پس یہود نے آمد مسیح پر اپنے مضبوط ایمان کا عملی ثبوت دکھادیا ہے۔یہ تو یہود کا حال ہے مگر عیسائیوں میں یہ پیشگوئی اس سے بھی بڑھ کر عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

آمد ثانی کی پیشگوئی خود یسوع مسیح نے کی اور حواری اس پر پختہ ایمان رکھتے تھے اور تب سے ہر ایک عیسائی نسل اس امر پر پختہ ایمان رکھتی رہی اور اس پیشگوئی کو اپنی تمام امیدوں کا دارومدار سمجھتی رہی۔دین عیسوی میں یہ پیشگوئی ایسی عظیم الشان مانی جاتی ہے کہ اس کو سب سے بڑی پیشگوئی کہا جاتا ہے اور بائبل کے کلام الٰہی ہونے کے واسطے یہ پیشگوئی ایک بڑا ثبوت سمجھی جاتی ہے۔ایسا کہ اگر مسیح نہ آوے تو بائبل سب خاک میں مل جائے۔

اب رہے مسلمان سو ان کو ایک عظیم الشان الہامی وعدہ ہے جس میں کسی کو ذرہ بھی شک نہیں کہ مسیح ضرور آئے گا اور یہ وعدہ آیات قرآن کریم پر مبنی ہے اور خود آنحضرت ﷺ نے اس کی تفصیل کی ہے۔

مسئلہ آمد ثانی کے حل کرنے کے وقت تین باتیں پیش نظر آتی ہیں یعنی اس کا وقت، طریق اور مقصد۔وقت کا اگر ٹھیک اندازہ ہو سکے تو یہ سب سے زیادہ ضروری امر ہے۔علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا رحیم اور حکیم ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ اس مصلح کا آنا عین ضرورت کے وقت ہو۔پس آمد کا وقت صرف ان پیشگوئیوں اور نشانات سے ہی مقرر نہیں کیا جائے گا جو پہلے سے بیان کی جاچکی ہوں بلکہ وقت ضرورت کا بھی اس میں بڑا دخل ہوگا۔

زمانہ آمد مسیح کی تعیین

درحقیقت تینوں قومیں یعنی یہود، عیسائی اور مسلمان جن کو مسیح کا وعدہ دیا گیا تھا اگر کسی امر میں کبھی متفق ہوئے ہیں تو اس امر میں ضرور متفق ہیں کہ اس مصلح کی آمد کا وقت آگیا ہے۔زمانہ آمد مسیح کے متعلق یہ ایک ایسا غیر معمولی اتفاق تمام قوموں نے ظاہر کیا ہے کہ مسیح موعود کی آمد اسی گھڑی میں ہونی چاہئے اور موجودہ وقت کی ضرورت اس کی آمد کو ایسا ثابت کرتی ہے کہ اس کی آمد کا وقت مقرر کرنے کے واسطے ہم ایک قدم بھی آگے بڑھ نہیں سکتے اور اگر فی الواقع مسیح اب تک ظاہر نہیں ہوا تو پھر اس کی آمد کے تمام وعدے بے کار اور بے فائدہ ہیں۔

یہود کے خیالات

یہود کئی صدیوں کے مصائب میں دب کر

مذہبی امور میں بہت ہی بے پرواہ ہو گئے تھے۔ پروہ بھی غیر معمولی چستی مذہبی معاملات میں ظاہر کرنے لگے ہیں جیسا کہ ان کے موجودہ حالات سے صاف معلوم ہو رہا ہے۔ تمام دنیا کے یہود میں ایک قومی جوش پھیل رہا ہے کہ اس پراگندہ قوم کو اپنے اصلی وطن میں پھر جمع کیا جائے۔ ہزاروں بیت المقدس میں آآکر آباد ہو گئے اور لاکھوں اس امر کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔ وہ ایک محکم یقین پر جم گئے ہیں کہ مسیحا جلد آتا ہے اور باوجود زر کے پیار کے سب دنیا بھر میں ضرب المثل ہونے کے وہ دنیاوی فوائد اس خوشی میں قربان کر رہے ہیں کہ اب مسیح کے استقبال کا وقت آگیا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کبھی مسیح کی آمد کے واسطے ایسا انتظار اور تیاری اس سے پہلے نہیں ہوئی او یہ ایک سچا نشان اس امر کا ہے کہ وہ آنے والا آگیا ہے۔

عیسائیوں کے خیالات

اس زمانہ میں عیسائی تو مسیح کے ملنے کے لئے یہود سے بڑھ کر تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ابتدائے عیسائیت میں جبکہ متی باب ۲۴ آیت ۳۴ کی عبارت کا مطلب غلطی سے یہ سمجھا گیا تھا کہ یہ مسیح کی دوبارہ آمد کی طرف اشارہ ہے حالانکہ اس سے مراد ایسی جوشیلی امیدی کبھی ظاہر نہیں کی گئیں۔ مخلوق ہر جگہ اس امر کے واسطے بے آرام ہو رہی ہے اور لوگوں کے دل دھڑک رہے ہیں گویا کہ مسیح دروازہ پر کھڑا کھٹکھٹا رہا ہے۔ آہ! صد آہ! وہ تو بے شک کھٹکھٹا رہا ہے پر کون ہے جو اس کے لئے دروازہ کھولے۔

عیسائی دنیا میں یہ ایک عالمگیر رائے قائم ہو گئی ہے کہ آمد مسیح کی گھڑی آگئی ہے۔ دورونزدیک تمام ممالک سے یہی آوازہ آرہا ہے۔ یہ نہایت ہی قابل غور امر ہے کہ مسیح کی آمد کا زمانہ صرف سر پر پہنچا ہوا ہی نہیں بیان کیا جاتا بلکہ بائبل کی پیشگوئیوں کے مطابق تو وہ گھڑی کچھ گزر گئی معلوم ہوتی ہے۔ دراصل مسیح کی آمد کے سب نشان تو پورے ہو گئے ہیں لیکن عیسائی چونکہ اس کے طریق کار کے متعلق ایک غلطی میں پڑے ہوئے ہیں اس واسطے وہ اس وقت کو اور آگے بڑھاتے جاتے ہیں تاکہ ان کی یہ بے فائدہ امید پوری ہو جاوے کہ وہ اس طرز سے ان کے درمیان نمودار ہوگا۔ جیسا کہ وہ خایل کئے بیٹھے ہیں ان کا حساب معاملہ بین بالکل صحیح ہے اور نشانات کے پورا ہونے کے پہچاننے میں وہ راستی پر ہیں لیکن اس آمد کے لئے جو طریق اور مقصد وہ قائم کرتے ہیں اس میں وہ بڑی غلطی کھا رہے ہیں۔

اٹھارھویں صدی کے ابتداء ہی میں بعض اشخاص نے آمد مسیح کا وقت مقرر کیا تھا مگر اس وقت اس امر کے متعلق کوئی عام شور پیدا نہ ہوا۔ بعد کے حساب دانوں نے اس کو غلط قرار دیا اور توریت اور انجیل کی پیشگوئیوں کے مطابق حساب لگا کر بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ آمد مسیح ۱۸۶۸ء میں ہوگی۔ اس رائے کو عام طور پر قبول کیا گیا اور اضطراب کے ساتھ اس گھڑی کا انتظار ہوتا رہا لیکن وہ وقت معمولی طور پر گزر گیا اور بادلوں کے درمیان کوئی تبدیلی نمودار نہ ہوگی۔ اس واقعہ سے نہ صرف اس آمد کے حامیوں کو یہ صدمہ پہنچا بلکہ عام طور پر اس درد کو محسوس کیا گیا تاہم اس کے بعد بھی اس آمد پر ایمان اور یقین پختہ طور پر قائم رہا اور اس مایوسی کا باعث حساب کرنے والوں کی غلطی قرار دیا گیا۔

کتاب ملنیل ڈان یعنی ابتدائے ہزار سالہ سلطنت مسیح ۱۸۸۹ء میں شائع ہوئی اور پرانے حساب کی اصلاح کے بعد اس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ حضرت آدم کا چھٹا ہزار جس کے خاتمہ پر مسیح کا آنا ضروری تھا ۱۸۷۳ء میں ختم ہوا۔ پھر اس کتاب میں بائیبل کی پیشگوئیوں کی بنا پر جن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں یہ لکھا ہے کہ مسیح کی آمد کا سال ۱۸۷۳ء ہی ہے اور وہ ۱۹۱۴ء تک اپنے اولیاء کو جمع کرنے میں مصروف رہے گا جس کے بعد اس کی سلطنت پورے طور پر قائم ہو کر وہ سب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے گا لیکن اس وقت تک سوائے چند برگزیدوں کے اس کو کوئی نہ پہچانے گا۔ اس میں یہ بھی مانا گیا ہے کہ مسیح کی آمد کے وقت کے تقرر میں اتنی غلطی نہیں ہوئی جتنی کہ اس کی آمد کے طریق اور مقصد کے سمجھنے میں ہوئی ہے۔

مسٹر ڈمبل بی نے اسی مضمون پر ایک مشہور کتاب بنام اپائنٹڈ ٹائم (Appointed Time) یعنی مقررہ لکھی ہے جو کہ دوبارہ ۱۸۸۶ء میں تالیف ہو کر شائع ہوئی تھی۔ وہ برطانیہ اعظم کی انجمن تواریخ و علم نجوم کا ایک مشہور ممبر تھا اور کئی ایک کتابوں کا مصنف تھا مثلاً آل پاسٹ ٹائم یعنی زمانہ گزشتہ اور ڈیٹ ری مین مل سائیکلس آف ایکلپس یعنی دوران کسوف خسوف۔ واقعات کسوف و خسوف یا دوران شمسی کے لحاظ سے اندازہ اوقات شناسی کے اصول کے مطابق اس نے حساب لگایا کہ آمد مسیح کا وقت بالآخر ۱۸۹۸ء ہے۔ اس فاضل مصنف کے دیباچہ میں سے ہم چند سطریں اس جگہ ترجمہ کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:

" یہ کتاب اس واسطے لکھی گئی ہے کہ عیسائیوں کے سامنے وہ سب سے اعلیٰ اور سب سے جدید طریق پیش کیا جائے جس کے ذریعہ سے بڑی بڑی پیشگوئیوں کے اب پورا ہو جانے کی شہادت ایسے طور پر ثابت ہوتی ہے کہ ناظرین خود اس امر کو سمجھ کر اپنے لئے آپ فیصلہ کر سکیں گے۔...... اب جبکہ پیشگوئیوں کے مطالعہ نے ایک علمی رنگ اختیار کیا ہے ہم نئے واقعات کا ایک بڑا ذخیرہ حاصل کر رہے ہیں اور ایک بھاری شہادت کا مجموعہ جمع کر رہے ہیں جس سے یہ مضمون تمام شکوک سے بالا تر درجے تک پہنچ جاتا ہے۔......... جب پیشگوئیوں کا اس طرح سے نقشہ کھینچا جائے تو وہ ایک ایسی مکمل شکل اختیار کرتی ہیں کہ اس میں کوئی تبدیلی بغیر کلامی الٰہی یعنی بائبل کے قطعاً انکار کرنے اور ساری دنیا کے تہ و بالا کرنے کے واقع نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں نے انہیں اصولی امور کو قائم رکھا ہے جو کہ سب کے سب زمانہ تاریکی کے انجام

پر روشنی ڈالتے ہیں یعنی ۲/۱۔۵۸۹۶ پر جو کہ ہمارا سنہ ۴/۱۔۱۸۹۸ ہوتا ہے جس کو ہر ایک فہیم شخص اب تسلیم کرے گا کہ ایک نئے زمانہ کی ابتداء ہے"۔

مسیح موعود کا بے صبری سے انتظار کرنے والوں کے لئے یہ کتاب ایک برکت کی طرح نمودار ہوئی کیونکہ اس سے ان کی وہ امید قائم ہو گئی جس میں کتنی دفعہ پہلے ناکامیابی ہو چکی تھی لیکن اس کتاب میں بھی یہ غلطی بدستور قائم رہی کہ مسیح کے طریق آمد کی طرف کچھ توجہ نہ کی گئی اور اس واسطے عیسائی دنیا کو پھر ایک تازہ ناامیدی کا مونہہ دیکھنا پڑا۔ ۱۸۹۸ء معمولی طور پر گزر گیا اور کوئی امر ایسا واقع نہ ہوا کہ عیسائی قوم کی اس بڑی امید کو پورا کرتا کیونکہ طریق و طرز آمد کے متعلق وہ ایک بڑی غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔

اس سخت ناامیدی کے بعد عیسائیوں کا انتظار اور بھی زیادہ جوش میں آیا اور کرنیل رابرٹس نے ایک کتاب لکھی کہ حساب کے مطابق مسیح کی آمد ۱۸۹۹ء سے آگے ہرگز نہیں بڑھ سکتی۔ اور اب ہمارے سامنے اس قسم کے رسالوں کتابوں اور اشتہاروں کا ایک ڈھیر لگ گیا ہے جو عیسائی دنیا کی تصنیف ہیں اور جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آمد مسیح کے نشانات پورے ہو گئے ہیں اور اس کے آنے کی گھڑی بہت ہی قریب ہے اور کہ دجال کی تمام نشانیاں موجودہ عیسائی فرقوں میں پائی جاتی ہیں۔

کتاب ان ویلنگ آو دی ڈاٹرز آف این ایجڈ مادر یعنی اظہار نبات الدجال موجودہ زمانہ کے اعتقادات کو دجال قرار دیتی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی اور اس میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کا پوپ جو روما میں رہتا ہے اور اس کا سلسلہ ایک بڑا دجال ہے اور دنیا کے تمام عیسائی فرقوں کو دجال کی ایک شاخ قرار دیتی ہے اور بعض کو نبات الفواحش کے لقب سے ملقب کرتی ہے۔

ان امور سے کیا نتیجہ نکلتا ہے یہ تمام امور اس امر کا فیصلہ کرتے ہیں کہ یا تو مسیح اب آ گیا ہے ورنہ اس کے آنے کی سب امیدیں منقطع ہیں۔ دراصل یہ بات اب ظاہر ہو گئی ہے کہ مسیح کی آمد کی گھڑی گزر چکی ہے اور صرف بار بار کی مایوسیوں کے سبب یہ تاریخ آگے آگے کئی بار بڑھائی گئی ہے اور آخری حساب کے مطابق مسیح اب تک آ چکنا چاہئے تھا۔ عیسائی لوگ ایک پہلو پر اتنا زور دیتے ہیں کہ دوسرے پہلو کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ ہر دفعہ کی ناکامیابی پر یہی خیال کیا گیا کہ کچھ حساب میں غلطی ہو گئی ہے اور اس امر کی طرف کچھ توجہ نہ گئی کہ اس کے طریق آمد میں ہم غلطی کھا رہے ہیں۔ بالکلیہ ناامیدی سے بچنے کے واسطے ہر ایک نے یہی تجویز سوچی کہ آمد کی تاریخ کو کچھ اور آگے بڑھائے اور طریق آمد کے متعلق وہی خیال قائم رکھا۔ لیکن چونکہ یہ ایک اصلی اور صحیح امید تھی اس واسطے یہ بالکل دلوں سے مٹ نہ سکی باوجودیکہ کئی بار اپنے خیالات میں عیسائیوں کو ناامیدی دیکھنی پڑی۔

ایسی ہی غلطی کے سبب یہود نے حضرت عیسیٰ کا انکار کیا تھا۔ اگرچہ یسوع کی پیدائش کے زمانہ میں وہ مسیح کی آمد کے لئے عین انتظار میں بیٹھے تھے تاہم ان کو یہ خیال کبھی نہ آیا کہ اگرچہ وقت تو یہی ہے مگر ممکن ہے کہ اس کی آمد اس طریق سے نہ ہو جو ہم اپنے خیال میں جمائے بیٹھے ہیں۔ مسیح کا انتظار تو ان کو ہمیشہ رہا مگر وہ یسوع کو نہ مان سکے کیونکہ ان کے نزدیک وہ ایسے طرز سے نمودار نہ ہوا جو طرز کہ ان کی کتب مقدسہ سے بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ عیسائیوں کو چاہئے تھا کہ یہود کی غلطی سے سبق حاصل کرتے مگر افسوس کہ وہ خود بھی اس غلطی میں جا پڑے۔ آمدِ مسیح کا ہر ایک نشان پورا ہو گیا مگر وہ اس کے انتظار میں ایک غلط راہ پر جا کھڑے ہوئے اگرچہ ان کے کھڑے ہونے کا وقت درست ہے۔ زلزلے، طاعون، قحط اور جنگ اور تمام زمینی اور آسمانی حالات اس امر کی گواہی دے رہے ہیں کہ آمدِ مسیح کے واسطے اب اس کے آگے انتظار کا کوئی وقت نہیں۔

مسلمانوں کے خیالات

اب ہم مسلمانوں کے خیالات کے مطابق آمدِ مسیح کے مقررہ وقت پر غور کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں بہت سے اہم ایسے امور ہیں جو کہ وقت کا قطعی فیصلہ کرتے ہیں۔ سب سے اول یہ ہے کہ قرآن شریف نبی کریم ﷺ کو حضرت موسیٰ کا مثیل قرار دے کر استثناء باب ۱۸ کی پیشگوئی کا مصداق آپ کو قرار دیتا ہے جیسا کہ سورۃ المزمل میں لکھا ہے۔ پھر سورۃ النور میں یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ اس امت میں ایسے ہی خلفاء پیدا کئے جائیں گے جیسے کہ حضرت موسیٰ کے بعد ان کی امت میں خلفاء ہوئے۔ شریعتِ اسلام اور شریعتِ موسوی کے بانیوں کے درمیان اور پھر ان کے خلفاء کے درمیان جو مشابہت اس جگہ قائم کی گئی ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے خلفاء کا سلسلہ حضرت مسیح پر آ کر ختم ہوا، ایسا ہی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سلسلہ خلافت کا آخری شخص ایک مسیح ہی ہونا چاہئے۔ اس طرح آمدِ مسیح کی پیشگوئی ہر دو مسیحیوں کے درمیان بہت امور میں مشابہت قائم کرتی ہے جس میں سے ہم اس جگہ وقت کے متعلق مشابہت کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا درمیانی فاصلہ چودہ صدیاں بیان کیا جاتا ہے مگر یہودیوں کے نزدیک یہ وقت تیرہ صدیاں تھا۔ اس لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ اب بھی مسیح آنحضرت ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوتا اور اس سے موجودہ وقت حاصل ہوتا ہے۔ صرف ایک مشابہت کی ضرورت ہے اور اس امر کی تصدیق اور بھی کئی باتوں سے ہوتی ہے کہ مسیح کی آمد کا یہی وقت ہے۔

آمدِ مسیح کے متعلق قرآن وحدیث میں مذکور نشانات

قرآن شریف نے حکمت کاملہ کے ساتھ چند نشانات آمدِ مسیح کے واسطے بیان فرمائے ہیں جن سے ہر ایک شخص اس وقت کو پہچان سکتا ہے ان میں سے سب سے بڑی بات دین عیسوی کا عروج اور ہر امر میں عیسائی قوموں کی چستی و چالاکی ہے۔ اس

عروج اور چستی و چالاکی میں کسی کو کوئی شبہ ہو نہیں سکتا۔ عیسائی مشنری دنیا کے تمام کونوں میں گھس گئے ہیں۔ اس وقت ستر ہزار سے زیادہ آدمی مشن کے کام میں مصروف ہیں اور پانچ کروڑ سے زیادہ روپے ہر سال ان کے اخراجات میں صرف کیا جاتا ہے۔ دو سو پچاس انجمنیں ایسی ہیں جو باہر مشن بھیجتی ہیں اور ان کے ایجنٹ بیس ہزار سے زائد شہروں میں اپنا کام کر رہی ہیں۔ اگر اب بھی مسیح کی ضرورت نہیں تو کیا اسوقت ہوگی جب کہ ساری دنیا اس ناپاک عقیدہ سے بھر جائے گی جس کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے کہ "تَکَادُ السَّمٰوٰتُ اَنْ یَّتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ و تَخِرُّ الْجِبَالُ"۔ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ جاویں اور زمین شق ہو جاوے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔

آمد مسیح کا ایک اور بڑا نشان جس کی طرف قرآن شریف نے اشارہ کیا ہے اور جس کا ذکر احادیث میں مفصل آیا ہے وہ چاند اور سورج کا کسوف و خسوف ہے جس کا واقع ہونا ۱۳ر رمضان اور ۲۸ر رمضان کو قرار دیا گیا تھا۔ یہ ۱۸۹۴ء میں واقع ہوا تھا اور آمد مسیح کے واسطے تیرہ سو سال پہلے یہ ایک ایسا کھلا نشان بتلایا گیا تھا اور ایسی صفائی سے یہ پورا ہوا ہے کہ ہر ایک شخص بجائے خود اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں اور بہت سے نشانات قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً طاعون جو ہندوستان اور کئی اور ممالک کو اس وقت تباہ کر رہی ہیں اونٹ وغیرہ کی بجائے ایک نئی سواری کا ایجاد ہونا یعنی ریلوں کا تمام دنیا میں پھیل جانا، علوم کا بڑھنا، بڑے بڑے فاصلہ سے لوگوں کا باہم میل جول ہونا، نہروں کی کثرت، اخباروں و کتابوں کی اشاعت اور بے شمار دیگر نشانات جن کی تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس امر کو ثابت کیا جائے کہ تمام نشانات پورے ہو گئے ہیں اور کوئی نشانی ایسی نہیں جس سے یہ بات ثابت ہو کہ آمد مسیح ابھی اور آگے ہو گی۔

ان نشانات سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح آ گیا ہے اور ہر ایک حق جُو کا یہ فرض ہے کہ اس کی تلاش کرے۔ ایک اور بات قابل غور یہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ کے الہامات آمدِ مسیح کا وقت چودھویں صدی ہجری علی صاحبہا التحیۃ والسلام کا ابتدا مقرر کرتے ہیں۔ اور کسی ولی کا الہام اس واقع کی تاریخ اس سے پیچھے نہیں ڈالتی۔ علاوہ ازیں یہ ایک صحیح حدیث ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد پیدا ہوتا ہے اور چونکہ مسیح بھی خود ایک مجدد ہو گا اس واسطے اگر وہ اس صدی ہجری کے ابتدا میں نہ آوے تو اس کا آنا ایک سو سال اور پیچھے پڑے گا لیکن یہ امر نہ صرف اسلام کے موجودہ تنزل کو اور بھی نیچے گرانے کا موجب ہو گا بلکہ اس سے تمام پیشگوئیوں کا بھی ابطال لازم آئے گا۔

پس ہم اس امر کو ثابت کر چکے ہیں کہ یہود، عیسائی اور مسلمان تمام فرقوں نے بالاتفاق یہ آواز دی ہے کہ آمدِ مسیح کا وقت یہی ہے۔ آپس میں اتنا اختلاف رکھنے والے مذاہب کا اس ایک امر پر اتفاق کرنا قابل غور ہے۔ پہلے مسیح کے آنے کا انتظار تو صرف ایک قوم کو تھا اور وہ بھی تھوڑی سی تھی۔ مگر دوسرے مسیح کی آمد کا انتظار تین بہت بڑی قوموں کو لگا ہوا ہے اور وہ سب کی سب اس امر میں متفق ہیں کہ اس کی آمد کا وقت یہی ہے۔ یہ ایسا وقت ہے کہ تمام مذہبی اور قومی تعصبات کو چھوڑ دینا چاہئے تا کہ حق کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ مسیح آ گیا ہے اور ہر ایک حق پسند کا فرض ہے کہ اس کی پیروی کرے۔

اس کی آمد کے واسطے اس سے بڑھ کر اور کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کہ تین مختلف مذاہب مختلف کتابوں کس سند پر اور مختلف دلائل کے ذریعہ سے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں۔ بنی اسرائیل کے انبیاء مثلاً دانیال وغیرہ کی پیشگوئیاں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی نبوت کی باتیں اور آنحضرت نبی کریم ﷺ کی پیشگوئیاں سب کی سب اس وقت آ کر پوری ہوئی ہیں اگر کبھی کوئی پیشگوئی پوری ہوا کرتی ہے تو اس پیشگوئی کا پورا ہونا ہم بدیہی طور پر دیکھ رہے ہیں۔

مسیح کی آمد کا طریق اور مقصد

اب دوسرا قابل ذکر غور یہ ہیکہ مسیح کی آمد کا طریق اور اس کا مقصد کیا ہے۔ یہ بیان بے شک بہتوں کو حیران کرنے والا ہو گا لیکن حق جب مدتوں بھول چکا ہو تو اس کی دوبارہ یاد دہانی ہمیشہ حیرانی ہی پیدا کیا کرتی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ اس کی آمد کا طریق تو صاف بیان ہو چکا ہے اور اب اس امر پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ اسی موقعہ پر پہلوان نے ٹھوکر کھائی تھی اور اس واسطے یہی موقعہ ایسا ہے جہاں سوچ سمجھ کر قدم رکھنا چاہئے اور ہر ایک احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ کروڑہا انسان اس فیصلہ تک پہنچ چکے ہیں کہ آمد مسیح کے تمام نشانات پورے ہو چکے ہیں اور اب یہی وقت ہے کہ وہ آوے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا ایک نیا زمانہ شروع ہوا ہے اور ہر ایک دل اس امر کو محسوس کرتا ہے کہ کوئی تبدیلی واقعہ ہونے والی ہے۔ اس واسطے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ آمدِ مسیح کے طرز و طریق کے مسئلہ پر پورا غور کیا جائے۔

خصوصاً یہ خوشی کی بات ہے کہ اس اہم معاملہ میں ہم کو صرف قیاسات پر نہیں چھوڑا گیا خدا کے کلام اور اس کی شریعت نے ہمارے سامنے ایک صاف اور سیدھی سڑک تیار کر کے رکھ دی ہے۔ مسیح کی آمد اول یا یوں کہو کہ مسیح اول کی آمد کی پیشگوئیوں سے ہم خوب واقف ہیں اور ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ وہ کس طرح سے پوری ہوئی تھیں۔ پس وہ پیش آمدہ مسئلہ کے حل کے واسطے ہمارے لئے کافی راہنما بن سکیں گی۔ جن پیشگوئیوں کی بنا پر یہود آمد مسیح کے انتظار میں تھے وہ ان کی کتب مقدسہ میں درج تھیں جن کو یہود اور عیسائی

بالاتفاق کلام الٰہی مانتے تھے۔ سب سے بڑا نشان جو سچے اور جھوٹے مسیح کی پہچان کے لئے ان کے پاس موجود تھا وہ یہ تھا کہ سچے مسیح کی آمد سے پہلے الیاس نبی دوبارہ آئے گا اور آسمان سے نازل ہو گا۔ کتب مقدسہ کے مطابق یہود کا یہ مذہب تھا کہ الیاس نبی آسمان پر اٹھایا گیا تھا اور آمد مسیح سے پہلے وہ آسمان سے پھر نازل ہو گا۔ پس انہیں اس بات کا کچھ فکر نہ تھا کہ سچے مسیح کو کیونکر پہچانیں گے۔

ان کے ہاتھ میں اس کے پہچان لینے کا ایک بدیہی نشان تھا اور ان کے نزدیک ممکن نہ تھا کہ وہ اس مبارک موقعہ پر غلطی کھا جائیں۔ ایسے معزز نبی کے آسمان سے نازل ہونے کا خار قعادات واقعہ چپکے چپکے بے خبر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایسے عجیب معجزہ کے ذریعہ سے ان کے بڑے منجی کی آمد کا اشتہار ان کے درمیان ہونا ضروری تھا۔ یہ تو پیشگوئی تھی، اب دیکھنا چاہئے کہ وہ پوری کس طرح ہوئی۔ ذکریا کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام یوحنا رکھا گیا اور وہ ایک راستباز تھا اور انبیائے بنی اسرائیل کی طرح وعظ کا کام کرنے لگا۔ یسوع نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور بپتسمہ پایا اور اپنے آپ کو مسیح مشہور کیا۔ قدرتاً یہود کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کہ تو مسیح نہیں ہے کیونکہ الیاس نبی کا معجزانہ نزول ابھی تک وقوع میں نہیں آیا۔ اس بات کو سن کر یسوع نے یوحنا کی طرف اشارہ کیا کہ یہی الیاس ہے جس نے آنا تھا۔ پر یہود ایسی بات کب مانتے تھے۔ وہ کہنے لگے اس طرح تو ہر ایک مفتری کہہ سکتا ہے کہ میں مسیح ہوں۔ انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے تو ہم کو وعدہ دیا ہے کہ الیاس نبی خود واپس آئے گا اور یوحنا کو تو ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ وقت تو یہی ہے پر انہوں نے کہا کہ ہم یسوع کو کیونکر مسیح مان لیں وہ تو اس طریق کے مطابق نہیں آیا جو کہ ہماری کتابوں میں درج ہے۔ پیشگوئی میں تو صاف یہ درج تھا کہ خود الیاس آوے گا۔ کتاب میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ مثیل الیاس آوے گا۔ اگر ہم یسوع کو مان لیں تو پھر ہم کلام الٰہی میں تبدیلی کر ڈالیں اور بجائے الیاس کے مثیل الیاس کا لفظ اس میں ڈال دیں یہاں تو آمدِ مسیح کی پہلی نشانی ہی پوری نہیں ہوتی تو ہم آگے کیا چلیں۔

علاوہ ازیں یسوع کو مسیح تسلیم کرنے میں یہود کو اور مشکلات بھی تھیں۔ اسرائیلیوں کی نجات کسی معجزانہ رنگ میں ہونے والی تھی تا کہ وہ اپنے منجی کو فوراً پہچان سکیں۔ وہ الٰہی طاقت کے عجیب در عجیب ظہور دیکھ چکے تھے۔ وہ خدا کی آواز، ہوا اور آندھی کے درمیان سن چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ خدا نے کوہ سینا پر بادل کی گرج اور قدرت کے نظاروں کے درمیان موسیٰ پر اپنے آپ کو ظاہر کیا تھا اور ان کو وعدہ دیا جا چکا تھا کہ ایسے ہی عجیب نشانات تم آمدِ مسیح پر بھی دیکھو گے۔ چونکہ مسیح ایک اتنا بڑا منجی تھا اس کی آمد بھی کیسے عجیب وانکشاف سے مشتہر ہونی چاہئے تھی۔ لیکن یہ امیدیں بالآخر کس طرح سے پوری ہوئیں۔ یہود کو کوئی عجیب بات نظر نہ آئی یہاں تک کہ انہوں نے خود یسوع کے منہ سے یہ کلمات سنے کہ میں مسیح ہوں۔ حضرت موسیٰ سے دیگر بڑے انبیاء سے جو خوارق وہ دیکھ چکے تھے ان کا اثر ان کے دل پر ایسا تھا کہ وہ ایسا خیال بھی دل میں نہ لا سکے کہ مسیح جیسا اولوالعزم نبی بغیر ان خوارق اور نشانات کے ظاہر ہو جائے جن کا وعدہ ان کو پہلے سے دیا گیا تھا۔

صرف یہی نہیں بلکہ ان کو یہ بھی وعدہ دیا گیا تھا کہ یسوع کسی بڑے شاہی خاندان میں سے پیدا ہو گا اور داؤد کی نسل سے ہو گا اور داؤد کی سلطنت کو پھر قائم کرے گا۔ اس کا یہ کام تھا کہ اسرائیلیوں کو اجنبیوں کے جوئے سے چھوڑائے اور ان کو غاصبوں کی اطاعت سے چھوڑا کر آزاد کر دے۔ لیکن یسوع کی پیدائش کے قصے جن لوگوں کو یاد تھے وہ اس کے حلال زادہ ہونے کے متعلق بہت سے شبہات دل میں رکھتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ نیک ظنی کر سکتے تھے کہ یوسف نجار کا بیٹا ہے اور اس طرح اس کا شاہی خاندان سے ہونا بالکل بعید از قیاس تھا۔ اس کے دعویٰ مسیحیت کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں ان کو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس شخص کے لئے بادشاہی کے تخت پر بیٹھنے یا ہمیں رومیوں کے جوئے سے چھوڑانے کی امید کرنا بے فائدہ ہے۔

پس یسوع کے متعلق ان کی تمام امیدیں ناکامیابی سے مبدل ہو گئیں کیونکہ مسیح کی آمد کے طریق اور مقصد کے مطابق کوئی پیشگوئی اس کے وجود میں پوری ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی تھی۔ ان کے حساب کے مطابق وقت تو پورا ہو چکا تھا لیکن وہ ایسے شخص پر کیونکر ایمان لاتے جس کی ذات میں کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوتی تھی۔ وہ مسیح کے استقبال کے لئے تیار تھے لیکن ان وعدوں کے پورا ہونے کے بغیر وہ کسی کو کیوں کر مان لیتے جن کا پیشگوئیوں میں ذکر کیا گیا تھا۔

پھر اکثر پیشگوئیوں میں بالاتفاق یہ بیان کیا گیا تھا کہ آمدِ مسیح کا وقت ایک عالمگیر امن، اتفاق اور برادری کا زمانہ ہو گا اور اس وقت یروشلم اس دنیا کا مرکز ہو گا۔ کیا یسوع اس نشان کے مطابق مسیح تسلیم ہو سکتا تھا۔ کوئی پیشگوئی بھی پوری نہ ہوئی۔ یہ ناممکن تھا کہ بے شمار نشانات جو بیان کئے گئے تھے ان میں سے ایک بھی ظاہر نہ ہوا ہو اور مسیح آ جائے۔

کتب مقدسہ کے الفاظ جو انبیاء پر نازل ہوئے تھے ان کی نظروں کے سامنے تھے۔ ایسے مسیح کو کیونکر مان سکتے تھے جس کا ماننا خود ان کی کتابوں کو جھٹلاتا تھا۔ وہ اپنی بد قسمتیوں کے درمیان اس زمانۂ مسیحیت کے لئے آہیں بھرتے جس کی تصویریں ان کے سامنے ایسی خوبصورت کھینچی گئی تھیں۔ وہ اس مسیح کے انتظار میں تھے جس نے داؤد کے تخت پر بیٹھ کر ان کو اجنبیوں کے جوئے سے چھوڑانا تھا۔ وہ اس دن کے انتظار میں تھے جن دن ان کا یروشلم تمام دنیا کا مرکز بننے والا تھا اور وہ اس گھڑی کے لئے دعائیں مانگتے تھے جب کہ اسرائیلی بجائے پاؤں کے نیچے کچلا جانے کے دنیا کی تمام قوموں پر حکمران ہونے والے تھے۔ لیکن یسوع ناصری اور اس کے

ظہور میں ان کو کوئی نشان پورا ہوتا ہوا نظر نہ آتا تھا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صاف پیشگوئیوں کے ہوتے ہوئے جن کا پورا ہونا یسوع کے وجود میں نہیں ہوا تھا آیا یہود یسوع کے انکار میں حق پر تھے یا نہیں!؟۔

عیسائی اور مسلمان تو کبھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ حق پر تھے۔ اچھا پھر پیشگوئیوں کو کیا کیا جائے۔ وہ ان کتابوں میں اب بھی موجود ہیں جن کو یہود اور عیسائی کلام الٰہی مانتے ہیں۔ ان کے الفاظ صاف ہیں۔ اگر یہود ان کا پورا ہونا طلب نہ کرتے تو وہ کلام الٰہی کے انکار کے مجرم ہوتے اور پھر سچے اور جھوٹے مدعیان کے درمیان تمیز کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی معیار نہ ہوتا۔ کئی ایک جھوٹے مسیح ان کے درمیان ہو چکے تھے اور ایسے جھوٹے مدعیوں نے بے اعتبار کر دیا ہوا تھا۔ ان وجوہات سے یہ ظاہر ہے کہ یہودیوں کا یہ فرض تھا کہ ایسے مدعیوں کو تسلیم کرنے سے پہلے نبوت کی باتوں کو پورا ہونا طلب کرتے۔ پھر کیا یہود یسوع کا انکار کرنے میں حق پر تھے۔ ان کا حق پر نہ ہونے کی دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔ پھر بھی عیسائی اور مسلمان ان کو یسوع کے انکار میں کافر قرار دیتے ہیں۔ بلکہ خود یسوع نے ان کو اپنے انکار کے سبب خدا کا مجرم قرار دیا۔ ان کا کیا قصور تھا۔ اگر صرف پیشگوئیوں کی تفہیم اور تعبیر کے متعلق ایک رائے کا اختلاف تھا اور پیشگوئیوں کے معنے دو طرح ہو سکتے تھے تو یہود باوجود غلطی پر ہونے کے اس قابل نہ تھے کہ ایسی سختی سے ان کو مجرم قرار دیا جاسکتا۔ جب تک انہوں نے کھلے طور پر غلط طریق کو اختیار نہ کیا ہو اور بغیر دلائل کے اپنی غلطی پر اصرار نہ کیا ہو تب تک وہ خدا کی نظروں میں چنداں قصوروار قرار نہیں دئے جاسکتے۔

آمد ثانی
جسمانی یا روحانی

یسوع کے مقابلہ میں ان کا بڑا اعتراض یہی تھا کہ الیاس نمودار نہیں ہوا۔ اگر شریعت کے مطابق اس کا اپنا ظہور جائز تھا تو ان کا اعتراض بھی درست تھا کیونکہ اس شریعت میں صاف الفاظ میں اس کی واپسی کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ لیکن اگر اس کا اپنا ظہور جائز نہ تھا تو یہود کا اصرار بے شک قابل سزا کے تھا۔ پس جو لوگ یہود کو یسوع کے انکار کے سبب کافر قرار دیتے ہیں وہ خود عیسائی ہوں یا مسلمان ہوں ان کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ الیاس کی جسمانی آمد شریعت کے مطابق ایک غلط خیال تھا اگرچہ کلام الٰہی میں اس کے متعلق الفاظ پائے جاتے ہوں۔ اور اگر الیاس کے متعلق یہ امر تسلیم کیا جاوے تو یہ قانون عام ہوگا کہ کوئی گیا ہوا دوبارہ اسی جسم میں واپس نہیں آیا کرتا لیکن کیا یہود کے پاس اس امر کے واسطے کوئی دلیل تھی کہ ایسی آمد واقع نہیں ہو سکتی۔ اس امر کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس وقت یہودی بڑے شوق سے مسیح کی آمد کے منتظر ہو رہے تھے۔ ان کے حساب کے مطابق وہ وقت آگیا تھا کہ ان کی نجات ہو چونکہ پیشگوئی کے مطابق وقت آ پہنچا تھا اس واسطے ان کا یہ فرض تھا کہ پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے لفظی معنوں کی سختی سے پیروی نہ کرتے۔ لیکن وہ مادی لوگ یسوع کے روحانی استدلال کو نہ مان سکے۔ وہ دنیا پر اپنا سر جھکائے ہوئے تھے اور اس واسطے وہ یہ چاہتے تھے کہ پیشگوئی ظاہر اور مادی الفاظ میں پوری ہو۔ الیاس نبی کی آمد یوں آسانی سے سمجھ میں آسکتی تھی کہ ایک شخص الیاس کی روح اور طاقت میں آ گیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ یہ امر مقدس شریعت کے بالکل مخالف ہے کہ کوئی نبی آسمان سے نازل ہوا اور نہ یہودیوں کی تاریخ میں اس امر کی کوئی نظیر موجود تھی۔ ہر ایک نبی دنیوی ماں باپ سے پیدا ہوتا رہا۔ موسیٰ سا شارع بھی اس قاعدہ سے مستثنٰی نہ تھا۔ اس قسم کی باتوں پر غور کرنے سے وہ بآسانی سمجھ سکتے تھے کہ آمد الیاس سے مراد صرف ایک ایسے آدمی کی آمد ہے جو الیاس کی روح اور طاقت رکھتا ہو اور اس لئے یسوع اپنی آمد کے لئے ایسی تاویلات کے کرنے میں کہ یوحنا الیاس ہے راستی پر تھا۔

مگر اس بات کو سمجھنا چاہئے کہ یسوع کے انکار کے سبب یہود کو کافر قرار دینے کے وقت اس بات کو تسلیم کر لینا ضروری ہے کہ جو اس دنیا سے گزر چکا ہو کبھی واپس نہیں آسکتا۔ اور ایسوں کی واپسی کا وعدہ صرف روحانی معنے اپنے اندر رکھتا ہے۔ اگر کسی کی آمد ثانی اسی وجود کے ساتھ جائز اور صحیح ہے تو یہود کا انکار مسیح بھی جائز اور صحیح تھا۔ لیکن یہود بے قصور ہیں اور نہ ایسی آمد جائز ہے۔ جو کوئی پچھلی بات کا قائل نہیں اسے پہلی بات کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اگر جسمانی آمد ثانی جائز تھی تو پھر یہود کیوں بغیر قصور کے برے بنائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کلام الٰہی میں اس بات کو پڑھا تھا کہ الیاس نبی دوبارہ آئیگا۔ ان کو یہ نہ کہا گیا تھا کہ مثیل الیاس آنے والا ہے نہ یسوع نے ان کو کبھی یہ کہا تھا کہ الیاس کی آمد ثانی کے اعتقاد میں تم غلطی کھا رہے ہو۔ یسوع نے اس امر سے انکار نہیں کیا کہ الیاس کی پیشگوئی کی گی تھی لیکن اس نے انہیں یہ کہا کہ الیاس کی آمد یوحنا میں پوری ہوگئی ہے جو کہ الیاس کی روح اور طاقت میں آیا ہے۔

پس آمد ثانی سے مراد اس کے روحانی طاقت کی دوبارہ آمد تھی نہ کہ اس کی جسمانی آمد یا جسم کے کسی حصہ کی آمد۔ روح ہی ہے جو باقی رہتا ہے نہ کہ جسم اور اس واسطے روح ہی واپس آسکتا ہے۔ روح سے مراد اس جگہ جان نہیں ہے اور نہ ہم مسئلہ تناسخ کی تائید کرتے ہیں بلکہ ہم اس کو ٹھیک ان معنوں میں لیتے ہیں جن میں یسوع نے اس کو لیا۔

(بشکریہ: ریویو آف ریلیجنز جلد۲ نمبر ۱۰
ماہ اکتوبر ۱۹۰۳ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تیمارداری

(مکرم مظفر احمد شہزاد صاحب۔ محمود آباد فارم، ضلع عمر کوٹ)

یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ جب انسان بیمار ہوتا ہے تو اس وقت وہ انسانی ہمدردی اور دلجوئی کا از بس محتاج ہوتا ہے۔ اُس وقت کسی شخص کی ہمدردی اور تیمارداری مریض کی حالت بہتر بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ بیماروں کی عیادت کرنا حضرت نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ حدیث نبویؐ ہے

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی بھائی سے ملنے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا منادی صدا لگاتا ہے کہ تو خوش رہے، تیرا چلنا مبارک ہو، جنت میں تیرا ٹھکانہ ہو''۔

(ترمذی باب ماجاء فی زیارۃ الاخوان)

آنحضرت ﷺ کے کامل عاشق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ کے اس خُلق کا مشاہدہ بھی ایسا مؤثر اور دلگداز ہے کہ انسان کو حیران کئے بغیر نہیں رہتا۔ ذیل میں تیمارداری کے چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

مہر حامد کی عیادت

''مہر حامد قادیان کے ارائیوں میں پہلا آدمی تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ اور اب تک اس کا خاندان خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہے۔ مہر حامد علی نہایت غریب مزاج تھا اس کا مکان قادیان سے باہر اس جگہ واقع تھا جہاں گاؤں کا کوڑا کرکٹ اور روڑیاں جمع ہوتی ہیں۔ سخت بدبو اور تعفن ہوتا تھا۔ اور زمیندار آدمی تھے خود اس کے مکان میں بھی صفائی کا التزام نہ تھا مویشیوں کا گوبر اور دوسری چیزیں اس قسم کی پڑی رہتی تھیں اور سب جانتے ہیں کہ زمیندار کی یہ قیمتی متاع ہوتی ہے جس کو وہ کھاد کے طور پر استعمال کرتا ہے بہر حال اسی جگہ وہ رہتا تھا وہ بیمار ہوا اور وہی بیماری اس کی موت کا موجب ہوئی حضرت اقدس متعدد مرتبہ اپنی جماعت مقیم قادیان کو لے کر اس کی عیادت کو تشریف لے گئے جب عیادت کو جاتے تو قدرتی طور پر بعض لوگوں کو اس تعفن اور بدبو سے سخت تکلیف ہوتی اور حضرت مسیح موعود بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے اور بہت کرتے اس لئے کہ فطرتی طور پر بوجود نظافت اور نفاست پسند واقع ہوا تھا مگر اشارۃً یا کنایۃً نہ تو اس کا اظہار کیا اور نہ اس تکلیف نے آپ کو اس عیادت اور خبر گیری کے لئے تشریف لے جانے سے کبھی روکا۔ آپ جب جاتے تو اس سے بہت محبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے اور اس کی مرض اور اس کی تکلیف وغیرہ کے متعلق بہت دیر تک دریافت فرماتے اور تسلی دیتے۔ مناسب موقع پر ادویات بھی بتاتے اور توجہ الی اللہ کی بھی ہدایت فرماتے تھے۔ وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ایک معمولی زمیندار تھا اور یہ کہنا بالکل درست ہے کہ آپ کے زمینداروں میں ہونے کی وجہ سے وہ گویا رعایا کا ایک فرد تھا۔ مگر آپ نے کبھی تفاخر اور تفوق کو پسند نہ فرمایا۔ اس کے پاس جب جاتے تھے تو اپنا ایک عزیز بھائی سمجھ کر جاتے تھے اور اس طرح پر اس سے باتیں کرتے اور اس کی مرض اور اس کے

علاج کے متعلق اس قدر دلچسپی لیتے کہ دیکھنے والے صاف طور پر یہ کہتے تھے کہ کوئی عزیزوں کی خبر گیری بھی اس طرح نہیں کرتا۔

بعض ادویات جن کی ضرورت ہوتی اور کسی جگہ سے میسر نہ ہوتیں تو خود دے دیتے۔ غرض آپ نے متعدد مرتبہ مہر حامد مرحوم کی عیادت فرمائی۔ اگرچہ مہر صاحب فوت ہو گئے مگر ان کو جو تسلی اور اطمینان اور خوشی اس امر کی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی عیادت کو آتے اور خبر گیری فرماتے ہیں وہ بیان سے باہر ہے۔

غرض آپ نے مہر حامد کی عیادت کے لئے جانے سے نہ تو اپنی حیثیت اور رتبہ کا کبھی خیال کیا اور نہ اس بات نے آپ کو کبھی روکا کہ اس کا مکان ایسی جگہ اور ایسی حالت میں ہے کہ وہاں تعفن اور بدبو سے دماغ پھٹا پڑتا ہے اور نہ کسی اور چیز نے۔ آپ بڑی ہی بشاشت کے ساتھ جاتے اور عیادت فرماتے تھے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت عرفانی صاحب صفحہ ۱۷۳-۱۷۲)

حاجی فضل حسین شاہجہان پوری کی عیادت

"حاجی فضل صاحب مہاجر شاہجہان پوری نہایت مخلص مہاجر اور ارادت مند احمدی تھے۔ بہت صفائی پسند اور زندہ دل طبیعت رکھتے تھے۔ باوجود پیرانہ سالی کے بھی بالوں کو خوب سنوار کر رکھا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل بھی ان کی اس صفائی اور نظافت کو مسرت آمیز نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ وہ بیمار ہوئے تو مسیح موعود علیہ السلام کا معمول تھا کہ ان کی عیادت کے لئے عموماً جایا کرتے بلکہ کچھ عرصہ تک تو معمول ہو گیا کہ ہر روز سیر کو نکلتے وقت مریضوں کی عیادت کو چلے جاتے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۱۸۱)

مفتی صاحب کی عیادت

"۱۸۹۷ء میں مفتی صاحب (حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحب) کو خود محرقہ بخار ہوا۔ اور بہت سخت بخار ہوا۔ حضور علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت ان کے دیکھنے کو تشریف لے آتے اور خود علاج فرماتے اور مولوی صاحب مرحوم (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل) کو تاکید کیا کرتے۔ ایک روز نماز عشاء کے بعد جب مولوی صاحب تشریف لائے اور مولوی قطب الدین صاحب بھی ساتھ تھے تو مفتی صاحب کی حالت بے ہوشی کی تھی۔ مولوی صاحب نے ڈیوڑھی میں جا کر مولوی قطب الدین صاحب کو فرمایا کہ آج حالت نازک ہے امید نہیں کہ صبح تک جانبر ہو۔ مفتی صاحب کی خوش دامن دروازہ کے پاس سن رہی تھیں۔ مولوی صاحب تو اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اور مفتی صاحب کی خوش دامن دوڑی ہوئی حضور علیہ السلام کے پاس پہنچیں اور حالت عرض کی۔ آپ نے فرمایا میں ایک ضروری مضمون لکھ رہا ہوں۔ آپ مولوی صاحب سے جا کر میری طرف سے تاکید کریں۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو یہ فرما گئے ہیں کہ حالت نازک ہے۔ فرمایا ہیں میں نے تو ابھی اس سے بہت کام لینا ہے۔ مضمون کو وہیں چھوڑ دیا اور تشریف لے آئے اور دیکھا۔ فرمایا بہت اچھا میں چل کر دعا کرتا ہوں۔ رات بارہ بجے کے قریب مفتی صاحب کو ایک دست خون کا آیا پھر دوسرا۔ پھر تیسرا۔ یہاں تک کہ آنکھیں کھل گئیں۔ صبح کی نماز کے وقت حضور جب بیت الذکر میں تشریف لائے تو یہ سب قصہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سے بیان کیا اور فرمایا کہ بارہ بجے کے قریب میرے دل میں ڈالا گیا کہ اب آرام ہو گیا ہے۔ اسی وقت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نومسلم جالندھری کو حکم دیا کہ جاؤ دریافت کرو۔ آرام کے کیا معنی ہیں۔ چنانچہ جب وہ

جواب لے کر گئے کہ میں ان سے مل کر آیا ہوں طبیعت اچھی ہے تو پھر آپ نے نماز صبح پڑھی اس کے بعد بہت عرصہ تک مفتی صاحب کر تریاق الٰہی کھانے کو دیتے رہے جوان ایام میں تیار ہوا تھا"۔

(سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ ۲۰۴)

حاجی شہاب الدین صاحب اور بابا الٰہی بخش کی عیادت

"حاجی شہاب الدین لودہانوی اور بابا الٰہی بخش صاحب مالیر کوٹلوی جب بیمار ہوئے تو آپ ان کی عیادت کو بھی لازماً جاتے۔ حاجی شہاب صاحب بہت تیز مزاج تھے۔ مگر اخلاص مند دل ان کے پہلو میں تھا۔ بابا الٰہی بخش بہت معمر تھا اور مالیر کوٹلہ کا رہنے والا تھا وہ بیمار ہو گیا اور اس حالت میں حب وطن کے جذبہ کی بجھی ہوئی چنگاری اس کے قلب میں سلگ پڑی اس نے بے قرار کیا اور حضرت مسیح موعودؑ سے ایک روز اس نے اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ "اب تم ضعیف ہو گئے ہو اور بیمار بھی ہو مت جاؤ زندگی کا اعتبار نہیں"......

میاں الٰہی بخش یہاں ٹھہر گئے اور مہمان خانہ میں رہتے تھے۔ حضرت صاحب ان کی عیادت کو جاتے رہے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت عرفانی صاحب صفحہ ۱۸۲)

لالہ ملاوامل صاحب کو رینگن کا درد ہو گیا

"لالہ ملاوامل صاحب...... جب ان کی عمر بائیس سال کی تھی وہ بعارضہ عرق النساء (رینگن کا درد) بیمار ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول تھا کہ صبح و شام ان کی خبر ایک خادم جمال کے ذریعہ منگوایا کرتے اور دن میں ایک مرتبہ خود تشریف لے جا کر عیادت کرتے۔ صاف ظاہر ہے کہ لالہ ملاوامل صاحب ایک غیر قوم اور غیر مذہب کے آدمی تھے لیکن چونکہ وہ حضرت اقدسؑ کے پاس آتے رہتے تھے اور اس طرح پر ان کو ایک تعلق مصاحبت کا تھا۔ آپ کو انسانی ہمدردی اور رفاقت کا اتنا خیال تھا کہ ان کی بیماری میں خود ان کے مکان پر جا کر عیادت کرتے اور خود علاج بھی کرتے تھے۔ ایک دن لالہ ملاوامل صاحب بیان کرتے ہیں کہ چار ماشہ صبر ان کو کھانے کے لئے دے دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رات بھر میں انیس مرتبہ لالہ صاحب کو اجابت ہوئی اور آخر میں خون آنے لگ گیا اور ضعف بہت ہو گیا۔ علی الصباح معمول کے موافق حضرت کا خادم دریافت حال کے لئے آیا تو انہوں نے اپنی رات کی حقیقت کہی اور کہا کہ وہ خود تشریف لاویں۔ حضرت اقدس فوراً ان کے مکان پر چلے گئے۔ اور لالہ ملاوامل صاحب کی حالت کو دیکھ کر تکلیف ہوئی فرمایا کچھ مقدار زیادہ ہی تھی مگر فوراً آپ نے اسبغول کا لعاب نکلوا کر لالہ ملاوامل صاحب کو دیا جس سے وہ سوزش اور خون کا آنا بھی بند ہو گیا اور ان کے درد کو بھی آرام آ گیا۔

حضرت صاحب کی پوزیشن کے لحاظ سے دیکھا جاوے تو وہ اپنے شہر کے ایک رئیس اعظم اور مالک تھے اور اس خاندانی وجاہت کے لحاظ سے اس طرح پر کسی کے گھر نہیں آتے جاتے تھے مگر انسانی ہمدردی اور غمگساری نے کبھی آپ کو یہ سوچنے کا موقع ہی نہ دیا۔ کیونکہ وہ دوسروں کو آرام پہنچانے اور نفع رسانی کے لئے پیدا ہوئے تھے اور اس لئے مرضیٰ کی عیادت میں کسی قسم کی تفریق اور امتیاز اپنے پرائے کا نہ کرتے تھے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ ۱۷۰)

ایک غیر احمدی کی عیادت میں ایفائے عہد کی شان بھی جلوہ نما ہے

"اگست ۱۹۰۲ء میں ایک قریشی صاحب بیمار ہو کر دارالامان میں حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح اوّل سے علاج کرانے کے لئے آئے انہوں نے متعدد مرتبہ حضرت کے حضور دعا کے لئے عرض کی۔ حضور نے دعا کا وعدہ فرمایا۔ ۱۰ اگست ۱۹۰۲ء کی شام کو اس نے حضرت اقدس کی خدمت میں بتوسط حضرت حکیم الامت عرض کیا کہ میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر پاؤں کے متورم ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہوسکتا آپ نے خود اس کے مکان پر ۱۱ اگست ۱۹۰۲ء کو جانے کا وعدہ فرمایا۔

چنانچہ جب حسب معمول سیر کو نکلے تو خدام کے حلقہ میں وہ اس کے مکان پر پہنچے تا کہ عیادت بھی ہو جاوے اور جو وعدہ خود آنے کا کیا تھا وہ بھی پورا ہو جائے۔ حضرت اقدس اس مریض کے پاس تشریف لے گئے اور بطور عیادت استفسار مرض و دیگر حالات کرتے رہے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۱۷۱)

لالہ شرمپت رائے کی عیادت

"لالہ شرمپت رائے ...... قادیان کے رہنے والے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں آپ کی بعثت کے ایام سے بھی پہلے آیا کرتے تھے اور آپ کے بہت سے نشانات کے وہ گواہ تھے اور باوجود بار بار کے مطالبوں کے کبھی انہوں نے موکد بعذاب حلف کر کے انکار نہ کیا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے مجھے اس وقت قادیان ہجرت کر کے آجانے کی سعادت حاصل ہو چکی تھی ان کے شکم پر ایک پھوڑا ہوا اور اس دنبل نے نہایت خطرناک شکل اختیار کی۔ حضرت اقدس کو اطلاع ہوئی۔ آپ خود لالہ شرمپت رائے کے مکان پر جو نہایت تنگ و تار تھا۔ تشریف لے گئے آپ کے ساتھ اکثر دوست تھے اور راقم الحروف بھی تھا۔

لالہ شرمپت رائے صاحب کو آپ نے جا کر دیکھا وہ نہایت گھبرائے ہوئے تھے ان کو اپنی موت کا یقین ہو رہا تھا۔ بے قراری سے ایسی باتیں کر رہے تھے جیسا کہ ایک پریشان انسان ہو۔ حضرت صاحب نے اس کو بہت تسلی دی اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں میں ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو مقرر کر دیتا ہوں وہ اچھی طرح علاج کریں گے۔ اس وقت قادیان میں ڈاکٹر صاحب ہی ڈاکٹری کے لحاظ سے اکیلے اور بڑے ڈاکٹر تھے۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت اقدس ڈاکٹر صاحب کو ساتھ لے گئے اور ان کو خصوصیت کے ساتھ لالہ شرمپت رائے کے علاج پر مامور کر دیا۔ اور اس علاج کا کوئی بار لالہ صاحب پر نہیں ڈالا گیا۔ آپ روزانہ بلاناغہ ان کی عیادت کو جاتے اور جب زخم مندمل ہونے لگا اور ان کی وہ نازک حالت عمدہ حالت میں تبدیل ہوگئی تو آپ نے وقفہ سے جانا شروع کیا مگر اس کی عیادت کے سلسلہ کو اس وقت تک جاری رکھا جب تک کہ وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

آپ کی عادت تھی کہ جب تشریف لے جاتے تو ہنستے ہوئے اس کے گھر میں داخل ہوتے۔ یعنی جیسی متبسم صورت تھی۔ اس ہنسی اور کشادہ پیشانی کا ایک اثر ساتھ والوں اور مریض پر پڑتا اور اس کو بہت کچھ تسلی دیتے اور فرماتے فکر نہ کرو میں دعا کرتا ہوں تم اچھے ہو جاؤ گے۔ اور خود لالہ شرمپت رائے کی بھی یہ حالت تھی کہ وہ ہمیشہ جب حضرت صاحب تشریف لے جاتے تو کہتا تھا کہ میرے لئے دعا کرو"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت عرفانی صاحب صفحہ ۱۶۹-۱۷۹)

☆☆☆

عاشقانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا
ذوقِ عبادت

(سہیل احمد ثاقب بسرا۔ ربوہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نماز کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو۔ اگر سارا گھر غارت ہوتا ہے تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو۔ وہ کافر اور منافق ہیں جو کہ نماز کو منحوس کہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ نماز کے شروع کرنے سے ہمارا فلاں فلاں نقصان ہوا ہے۔ نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں ہے۔ جو اسے منحوس کہتے ہیں ان کے اندر خود زہر ہے جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے ویسے ہی ان کو نماز کا مزا نہیں آتا۔ یہ دین کو درست کرتی ہے، اخلاق کو درست کرتی ہے، دنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے۔ لذات جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر ان کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اسے ملتا ہے۔ قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے۔ ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔

نماز خواہ نخواہ کا ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبودیت کو ربوبیت سے ایک ابدی تعلق اور کشش ہے۔ اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے نماز بنائی ہے اور اس میں ایک لذت رکھ دی ہے جس سے یہ تعلق قائم رہتا ہے۔ جیسے لڑکے اور لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے اگر ان کے ملاپ میں ایک لذت نہ ہو تو فساد ہوتا ہے ایسے ہی اگر نماز میں لذت نہ ہو تو وہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دروازہ بند کر کے دعا کرنی چاہئے کہ وہ رشتہ قائم رہے اور لذت پیدا ہو۔ جو تعلق عبودیت کا ربوبیت سے ہے وہ بہت گہرا اور انوار سے پر ہے جس کی تفصیل نہیں ہو سکتی۔ جب وہ نہیں ہے تب تک انسان بہائم ہے۔ اگر دو چار دفعہ بھی لذت محسوس ہو جائے تو اس چاشنی کا حصہ مل گیا، لیکن جسے دو چار دفعہ بھی نہ ملا وہ اندھا ہے"۔

(ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ ۵۹۱)

برکاتِ نماز کا حصول

اسی طرح فرمایا:

"اس میں شک نہیں کہ نماز میں برکات ہیں مگر وہ برکات ہر ایک کو نہیں مل سکتے۔ نماز بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نماز پڑھاوے ورنہ وہ نماز نہیں نرا پوست ہے جو پڑھنے والے کے ہاتھ میں ہے۔ اس کو مغز سے کچھ واسطہ اور تعلق ہی نہیں۔ اسی طرح کلمہ بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ کلمہ پڑھوائے۔ جب تک نماز اور کلمہ پڑھنے میں آسمانی چشمہ سے گھونٹ نہ ملے تو کیا فائدہ؟ وہ نماز جس میں حلاوت اور ذوق ہو اور خالق سے سچا تعلق قائم ہو کر پوری نیاز مندی اور خشوع کا نمونہ ہو اس کے ساتھ ہی ایک تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے جس کو پڑھنے والا فوراً محسوس کر لیتا ہے کہ اب وہ وہ نہیں رہا جو چند سال پہلے تھا"۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۹۷)

ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشاق خدام کے ذوق عبادت کے چند نمونے پیش ہیں:۔

خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لئے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے

حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کو ایک عرصہ دراز تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت کی توفیق ملی۔ حضرت اقدس علیہ السلام حافظ صاحب کی التزام نماز کے بارے میں اپنی ایک تصنیف لطیف میں فرماتے ہیں:

"......مَیں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میت کی طرح ہو گیا تھا التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے۔ مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا۔ دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں"۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۴۰)

نماز کے عاشق

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک بار حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب رئیس آف مالیر کوٹلہ کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"نماز کے عاشق تھے، خصوصاً نماز باجماعت کے قیام کے لئے آپ کا جذبہ اور جدوجہد امتیازی شان کے حامل تھے۔ بڑی باقاعدگی سے پانچ وقت مسجد میں جانے والے۔ جب دل کی بیماری سے صاحب فراش ہوگئے تو اذان کی آواز کو بھی اس محبت سے سنتے تھے جیسے محبت کرنے والے اپنی محبوب آواز کو۔ جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسا اوقات گھر کے لڑکوں میں سے ہی کسی کو پکڑ کر آگے کر لیتے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے جذبہ کی تسکین کر لیتے۔

(اصحاب احمد جلد ۱۲ بار اول ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۵۲)

محترم چوہدری رشید احمد صاحب جو سالہاسال حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ کی اراضی کے منیجر رہے حضرت نواب صاحب کے بارے میں سناتے ہیں:

ابتداء میں جب آپ نے سندھ میں اراضی حاصل کی تو میرے بھائی محمد اکرم صاحب اور مَیں آپ کے ساتھ بنگلہ یوسف ڈھری نزد محمود آباد فارم میں مقیم تھے۔ ہندوایس ڈی او(S.D.O.) وہاں آیا ہوا تھا اور اراضی کے تعلق میں نواب صاحب اس کے محتاج تھے لیکن نواب صاحب وقت پر ادائیگی نماز کے پابند تھے۔ عین اس وقت جبکہ ضروری گفتگو ہو رہی تھی ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا اور آپ کے ارشاد پر اذان دی گئی اور آپ اٹھ کر نماز کے لئے چلے آئے۔

(اصحاب احمد جلد ۱۲ بار اول ۱۹۶۵ء، صفحہ ۱۶۲)

حتی الامکان نماز باجماعت کا قیام

مکرم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ مجھے مولوی شیر علی صاحب کی رفاقت میں نماز کے لئے مسجد مبارک میں جانے کا موقع ملا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو نماز ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ مجھے اپنے ہمراہ لئے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے لیکن وہاں بھی اتفاق سے نماز ختم ہو چکی تھی۔ اب حضرت مولوی صاحب مجھے ساتھ لے کر مسجد فضل (جو ارائیاں محلہ میں تھی) کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو نماز کھڑی تھی۔ چنانچہ ہم نے نماز باجماعت ادا کی۔ اس طرح مجھے حضرت مولوی صاحب کی نماز باجماعت ادا کرنے کے شوق سے روحانی طور پر ایک خاص لذت محسوس ہوئی اور یہ سبق بھی کہ حتی الامکان نماز باجماعت ادا کی جائے"۔(سیرت حضرت مولانا شیر علیؓ صفحہ ۲۶۳)

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کی عبادت کا ایک اور واقعہ مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب کی زبانی ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں:

"حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کا ذکر ہے مجھے اکثر یہ دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نماز عشاء کے بعد کافی دیر تک نوافل میں مشغول رہتے۔ آپ کا معمول تھا کہ نوافل میں انہماک اور توجہ کے باعث بہت لمبا سجدہ ادا کرتے اور نماز کو کافی طول دینے کی وجہ سے اکثر آپ یہ بھول جاتے کہ دو رکعتیں پڑھ چکے ہیں یا ایک۔ اس وقت مَیں نے اس امر کا خاص طور پر مشاہدہ کیا کہ آپ کی طبیعت ہمیشہ کمی کی طرف ہی راغب رہتی تھی۔ اگر دو پڑھ کر بھول جاتے تب بھی آپ ایک ہی سمجھتے تا محبوب حقیقی کے حضور یہ روح پرور لمحات اور طول کھینچیں"۔

(سیرت حضرت مولانا شیر علیؓ صفحہ ۲۵۸)

خشوع و خضوع

حضرت سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کے ایک شاگرد مولوی محمد شریف صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ تحریر فرماتے ہیں:

"پانچوں نمازیں مسجد مبارک (قادیان) میں ادا فرماتے تھے۔ مینہ ہو یا آندھی ہو، اندھیری رات ہو، سخت دھوپ ہو، جلسہ ہو، جلوس ہو، مشاعرہ ہو، مناظرہ ہو، عام تعطیل ہو یا خاص، آپ نماز کھڑی ہونے سے بہت پہلے اپنے مقررہ وقت پر اپنی مقررہ جگہ پر موجود ہوتے تھے۔

آپ کی نمازوں میں خشوع و خضوع ہوتا تھا۔ اس کو وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو اس کوچۂ یار ازل سے کچھ آشنائی رکھتے ہوں۔

(اصحاب احمد جلد ۵ حصہ سوم صفحہ ۱۶۵۔ اشاعت ۱۹۶۵ء)

پابندیٔ نماز کا دلفریب نمونہ

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کی ادائیگی نماز باجماعت کا تذکرہ مولوی سلیم اللہ صاحب یوں کرتے ہیں:

"مجھے ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۲ء تک قادیان میں قیام کا موقع ملا۔ آپ کی شاگردی کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ کو نماز باجماعت کا جس قدر احساس تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ کی صاحبزادی حلیمہ بیگم نزع کی حالت میں تھیں کہ اذان ہو گئی۔ آپ نے بچی کا ماتھا چوما اور سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے سپرد خدا کر کے مسجد چلے گئے۔ بعد نماز جلدی سے اٹھ کر واپس آنے لگے تو کسی نے ایسی جلدی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ نزع کی حالت میں بچی کو چھوڑ آیا تھا اب فوت ہو چکی ہو گی اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا ہے۔ چنانچہ بعض دوسرے دوست بھی گھر تک ساتھ آئے اور بچی وفات پا چکی تھی۔

(اصحاب احمد جلد ۵ حصہ سوم صفحہ ۸۲۔ طبع اول ستمبر ۱۹۶۳ء)

شریروں سے چھپ چھپ کے پڑھتا نماز

یہ واقعہ حضرت بھائی عبدالرحمٰنؓ صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کا ہے جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئے۔ قادیان آئے مگر ان کے والد صاحب کسی بہانے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے واپس بھیجنے کا وعدہ کر کے ساتھ لے گئے۔ گھر جا کر آپ پر بہت سختیاں کی گئیں اور ادائیگی نماز سے روکا گیا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

"ایک زمانے میں مجھے فرائض کی ادائیگی تک سے محروم کرنے کی کوشش کی جاتی تھی ...... اس زمانہ میں بعض اوقات کئی کئی نمازیں ملا کر یا اشاروں سے پڑھتا تھا۔ ایک روز علی الصبح مَیں گھر سے باہر قضائے حاجت کے بہانے سے گیا۔ گیہوں کے کھیت کے اندر وضو کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کدال لئے میرے سر پر کھڑا رہا۔ نماز کے اندر تو یہی خیال تھا کہ کوئی دشمن ہے جو جان لینے کے لئے آیا ہے لہذا مَیں نے نماز کو معمول سے لمبا کر دیا اور آخری نماز سمجھ کر دعاؤں میں لگا رہا مگر سلام پھیرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک مزدور تھا، کشمیری قوم کا جو مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو نہایت محبت اور خوشی کے جوش سے مجھ سے پوچھا: "منشی جی! کیا یہ پکی

بات ہے کہ آپ مسلمان ہیں؟"۔ مَیں نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام پر قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے لئے گواہ بنا کر بھیجا ہے اور کم از کم تم میرے اسلام کے شاھد رہو گے"۔

(اصحاب احمد جلد ۹ صفحہ ۶۴۔ اشاعت ۱۹۶۱ء)

نہاں دل میں تھا درد و سوز و نیاز
شریروں سے چھپ چھپ کے پڑھتا نماز

"لو بیٹا پانی"

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ محترمہ حضرت حسین بی بی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھتے ہیں:

"نماز اور استغفار آپ کی غذا تھی۔ ان دنوں سحری کے وقت جسمانی تکلیف کے باعث اٹھنے سے قاصر رہتیں لیکن آپ اس کی کمی نماز چاشت کے نوافل سے پوری کرنے کی کوشش فرماتیں"۔

نماز سے پیار کے باعث آپ کے دل میں نمازیوں کے لئے کس قدر احترام تھا۔ ذیل کے واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے۔ حضرت چوہدری صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

"ایک شب میں سحری کے وقت اٹھا ابھی حواس درست کر رہا تھا کہ آپ کو میری بیداری کا علم ہو گیا۔ آپ ایک دوسری نچلی چھت پر سوتی تھیں، اٹھیں اور لوٹے میں پانی ڈال کر لے آئیں اور کمال شفقت سے فرمایا "لو بیٹا پانی"۔ اس وقت میرا دل جذبات تشکر و شرم سے بھر گیا۔ دراصل یہ نماز سے پیار اور نمازی کا احترام تھا جو اس شفقت کا محرک ہوا"۔

(اصحاب احمد جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۴۔ اشاعت ۱۹۶۲ء)

جمعہ میں شمولیت کے لئے پیدل سفر

حضرت منشی امام الدین صاحبؓ کا گاؤں قلعہ درشن سنگھ قادیان سے مغرب کی جانب بٹالہ سے چار میل کے فاصلے پر تھا۔ حضرت منشی صاحب اور آپ کی بیوی دونوں کا ہی یہ حال تھا کہ جمعہ کی نماز ہمیشہ قادیان میں ادا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک جمعہ قادیان کے علاوہ ہوتا ہی نہ تھا۔

صبح صبح اپنے گاؤں سے چلتے نماز جمعہ قادیان میں ادا کرتے اور شام تک اپنے گاؤں پہنچ جاتے۔

(اصحاب احمد جلد ۱ صفحہ ۱۰۳۔ اشاعت ۱۹۵۱ء)

نمازِ تہجد

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کے بیٹے مکرم ڈاکٹر عبد القدوس صاحب بیان کرتے ہیں:

"مَیں نے بھی دیکھا اور ہمسایوں نے بھی بتایا کہ والد صاحب نصف شب کے بعد بیدار ہو جاتے اور چراغ روشن کر کے تخت پوش پر تہجد کے لئے کھڑے ہو جاتے"۔

(اصحاب احمد جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۹۔ اشاعت ۱۹۶۷ء)

صحبت صالحین کا اثر

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ کو ایک لمبا عرصہ حضرت اقدس کا فیض حاصل کرنے کی توفیق ملی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہ کر جہاں انہوں نے اور بہت سے کمال حاصل کئے وہاں نماز باجماعت بھی آپ کا وطیرہ بن گئی۔ نماز باجماعت کی عملی تعلیم بھی انہوں نے حضرت صاحب کی صحبت میں پائی۔ حضرت صاحب کی صحبت ہی اسی غرض سے ان کو نصیب ہوئی تھی۔ حافظ صاحب خود مؤذن تھے۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی مؤذن بالعموم تھے اور اگر کوئی دوسرا آدمی اذان کہہ دیتا تو ان کو ناگوار گزرتا۔ گویا آنحضرت ﷺ نے جو فرمادیا ہے کہ اگر لوگوں کو اذان کہنے اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کا ثواب معلوم ہوتا تو اس پر قرعہ اندازی کرتے۔ حافظ جی کی معرفت اس بارہ میں عین الیقین کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اوّل وقت پر نماز کی اذان کہتے اور سب سے پہلی صف میں کھڑے ہوتے اور حتی الوسع وہ اس مقام پر کھڑے ہوتے کہ حضرت صاحب کے ساتھ ہی جگہ ہو۔ باوجودیکہ نابینا تھے اور رہنے کے لئے بیچارے خانہ بدوش ہی رہتے۔ آج اس حجرہ میں ہیں تو کل کسی دوسرے ہجرہ میں۔ اور بعض اوقات مسجد سے واپس ہوتے مگر بارش ہو، آندھی ہو، کڑکڑاتا جاڑا ہو، تیز دھوپ ہو وہ اول وقت پہنچتے اور اذان کہتے۔ اور پہلی صف میں جگہ پاتے۔ نماز کی معرفت بھی نہایت عمدہ ہو گئی تھی کہ ٹھیک وقت پر وہ مسجد کی طرف آ جاتے بلکہ ان کا وجود دوسروں کے لئے ایک خطانہ کرنے والی گھڑی تھا۔ مگر ان میں احتیاط یہاں تک تھی کہ جب جماعت بڑھ رہی تھی اور گھڑیاں بھی آگئیں تو آتے آتے دریافت کر لیا کرتے تھے کہ کتنے بجے ہیں؟ نماز کی باجماعت پابندی کے علاوہ نوافل اور تہجد بھی التزام سے پڑھتے تھے۔ اور یہ نعمت بھی حضرت ہی کی صحبت میں ان کو ملی تھی۔

(اصحاب احمد جلد ۱۳ صفحہ ۲۹۰۔ باراول دسمبر ۱۹۶۷ء)

آج منشی صاحب نہیں آئے؟

حضرت منشی امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ سوائے سخت مجبوری کے ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتے۔ پہلی صف میں امام کے قریب بیٹھا کرتے اور اس قدر باقاعدگی کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتے کہ اگر کسی نماز میں بوجہ مجبوری نہ آ سکتے تو تمام دوست پوچھنے لگتے کہ آج منشی صاحب نہیں آئے کیا وجہ ہے؟ (اصحاب احمد جلد ۱ صفحہ ۱۰۳)

آخری عمر تک نماز باجماعت کا قیام

حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ نماز باجماعت کے ایسے پابند تھے کہ آخری عمر میں جبکہ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تھا آپ نماز باجماعت پڑھتے تھے اور کبھی اس میں ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ مسجد مبارک سے دور دارالعلوم میں رہتے تھے مگر نمازوں میں شمولیت کے لئے وہاں سے چل کر آتے تھے۔

(حیات ناصر صفحہ ۳۲۔ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ باراول دسمبر ۱۹۲۷ء)

ہارون الرشید فرخ صاحب

خواب' رویا' کشوف کی حقیقت

حضرت مسیح موعود کے ملفوظات کی روشنی میں

خواب کی اقسام

ایک نووارد صاحب نے سوال کیا کہ خواب کیا شئے ہے؟ میرے خیال میں تو یہ صرف خیالات انسانی ہیں حقیقت میں کچھ نہیں۔ فرمایا کہ:۔

خواب کی تین قسمیں ہیں:۔ نفسانی۔ شیطانی۔ رحمانی

نفسانی جس میں انسان کے اپنے نفس کے خیالات ہی متمثل ہو کر آتے ہیں جیسے بلی کو چھیچھڑوں کے خواب شیطانی وہ جس میں شیطانی اور شہوانی جذبات ہی نظر آویں۔

رحمانی وہ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں دی جاتی ہیں اور بشارتیں دی جاتی ہیں۔

(ملفوظات جلد سوم ص 288)

عام لوگوں کے سچے خوابوں اور ماموریں کے الہامات میں مابہ الامتیاز

ہمارے پاس بعض ہندو آتے ہیں اور خواب سناتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ خواب سچا بھی نکلا۔ اس سے مطلب ان کا صرف یہ ہوتا ہے کہ اعتراض کریں کہ (دین) کی اس میں خصوصیت ہی کیا ہے۔ ہم ایسی نظیریں بتا سکتے ہیں کہ بعض فاسق' فاجر' بدمعاش' مشرک' چور' زانی ڈاکوؤں کو بھی خواب آجاتے ہیں اور ان میں سچے بھی ہوتے ہیں۔

شرمپت یہاں کا ایک آریہ ہے اس نے ایک خواب میں اپنے ہاں لڑکا پیدا ہونا بتایا تھا۔ چنانچہ لڑکا پیدا ہوا۔ اور پھر ایک بار بیان کیا کہ بابو اللہ دتہ تبدیل ہو جاوے گا۔ چنانچہ یہ خواب بھی اس کا پورا ہو گیا اور بابو اللہ دتہ کو وہ اس معاملہ کا گواہ بھی کرتا ہے تو پھر کیا ان باتوں سے یہ نتیجہ نکالنا چاہئے کہ شرمپت کو یا اور ایسے لوگوں کو نعوذ باللہ ہم نبی مان لیں؟

بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ امور بطور شہادت اللہ تعالیٰ نے ہر طبقہ کے لوگوں میں اس لئے ودیعت کر دیئے ہیں کہ تا انسان ملزم ہو جاوے اور قبول نبوت کے واسطے اس کے پاس اپنے نفس میں سے شاہد پیدا ہو جاوے خواب کا ملکہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے انسان کی بناوٹ میں رکھ دیا ہے کہ کہیں یہ نبوت کا انکار ہی نہ کر دے۔

سچی خواب کے واسطے اللہ تعالیٰ نے کوئی شرط نہیں رکھی بلکہ بلا امتیاز کفر و (دین)' نیک و بد یہ ملکہ ہر فرد بشر میں رکھ دیا ہے۔ بھلا دیکھو تو حضرت یوسفؑ کے ساتھ جو دو آدمی قید تھے ان دونوں کو بھی خوابیں آئیں اور وہ دونوں سچی بھی تھیں۔ فرعون کو بھی جو اس وقت کا بادشاہ تھا خواب آئی اور سچی نکلی تو کیا حضرت یوسفؑ نے ان کی کوئی تعظیم کی یا ان کو نبی مان لیا؟ یا بتاؤ تو بھلا تم نے بھی ان کو کوئی مرتبہ دیا ہے؟ بھلا ایک نے تو اپنے خواب کو قتل ہو کر سچا کر دیا مگر دوسرا تو بادشاہ کا مقرب بن گیا تھا اس کی عزت کی ہوتی؟ اگر اسی طرح کی ایک دو خوابیں سچی ہو جانے سے کوئی نبی بن جاتا ہے اور اس میں نبوت کی شان آجاتی ہے تو بتاؤ کس کس کو امام مانو گے؟ نعوذ باللہ اس طرح تو شان نبوت کی ہتک اور انبیاء کا تمسخر کرتے ہو۔

یاد رکھو کہ ایک دو پیسے پاس ہونے سے یا دو چار آنے کا مالک بننے سے یا چند پونڈوں کے پاس ہونے سے کوئی بادشاہ نہیں بن جاتا۔ بلکہ پیسے روپے اور پونڈ تو کثرت مال و زر کی ایک شہادت ہیں کہ تا ان سے قیاس کر لیا جاوے کہ کروڑ در کروڑ اور لاتعداد خزانے بھی ضرور اور یقیناً ہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 465-466)

سلسلہ مکالمہ و مخاطبہ دین کی روح ہے

قاعدہ کی بات ہے کہ انسان کو اگر کسی چیز کا نمونہ نہ دیا جاوے تو اس کے متعلق شبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ بات صرف اور صرف (دین) ہی میں پائی جاتی ہے اور یہ صداقت مذہب کی ایک اعلیٰ دلیل ہے جو کسی دوسرے مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ (دین) ہی خدا کو پسند اور خدا تعالیٰ کا مقرب و مقبول مذہب ہے اس واسطے اس نے محض اپنے رحم سے (-) کو ٹھوکر اور شبہات سے بچانے کے واسطے سلسلہ مکالمات اور مخاطبات کا ہمیشہ جاری رہنے والا اکمل فیضان عطا کیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات اکثر جاگزیں ہو جایا کرتے ہیں کہ میں بھی انسان ہوں اور یہ مدعی الہام بھی آخر میری ہی طرح کا انسان ہے تو کیا وجہ ہے کہ مجھے الہام اور مکالمہ الہیہ نہیں ہوتا اور اس کو ہوتا ہے۔ اس واسطے ایسے شبہات کا قلع قمع کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں اس فیضان کی ایک جھلک بطور نمونہ رکھ دی۔ دیکھو جس طرح ایک پیسہ لاکھ دو لاکھ پیسوں کے وجود کے لئے اور ایک روپیہ کروڑ دو کروڑ روپوں اور خزائن کے واسطے دلیل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سے ایک سچا خواب الہام کے واسطے دلیل صحیح ہو

سکتا ہے۔ سچے خواب بطور ایک نمونہ کے فطرت انسانی میں ودیعت کئے گئے ہیں تا کہ اس نقطہ سے اس انتہائی کمال فیضان کا وجود یقین کر لیا جاوے۔ جب ایک خواب معمولی بلکہ ادنیٰ درجہ کے انسان کو بھی ممکن ہے تو کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کے کامل اور پاک مطہر انسان میں اس خواب کا اعلیٰ مرتبہ جس کو الہام کہتے ہیں موجود نہ ہو۔ کیونکہ سچا خواب بھی کمالات نبوت کا ایک ادنیٰ ترین حصہ ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 556)

متقدمین بزرگ اور اولیاء اللہ صاف لکھ گئے ہیں وللہ باولیاء ہ مکالماتٌ ومخاطباتٌ دنیا میں صدہا نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں بلکہ سچی خواب تو بعض اوقات بلا امتیاز نیک وبد کافر ومسلم کو بھی آجاتی ہے۔ بعض وقت زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کو' چوہڑے چماروں کو بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں۔ پھر مومن کو جو کہ بوجہ اپنے ایمان صحیح کے ان سے بڑھ کر اس بات کا مستحق ہے کیوں سچی خواب یا کشوف اور الہامات نہ مانے جاویں۔ بلکہ مومن کو بہت بڑھ چڑھ کر یہ سب باتیں میسر آسکتی ہیں۔

اس سے یہ مت خیال کرو کہ اس طرح صادقوں اور مامورین انبیاء ورسل کی رؤیا اور کشوف اور الہامات کی بے رونقی ہوتی ہے یا ان کی شان میں کوئی فرق یا بے وقعتی لازم آتی ہے۔ نہیں بلکہ یہ امور تو اس وحی نبوت اور خداتعالیٰ کے مکالمات مخاطبات کے واسطے جو کہ اس کے انبیاء اور رسولوں کو اس کی طرف سے عطا کئے جاتے ہیں ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی صداقت کی ایک قوی دلیل ہیں کیونکہ اگر اس کا بیج ان لوگوں میں نہ پایا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ فاسق فاجر اور بے دین لوگ وحی اور الہام کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتے اور پھر ان کا اعتراض قوی ہوتا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل حکمت سے انبیاء اولیاء کے مکالمات اور مخاطبات اور وحی نبوت کے واسطے بطور تخم ریزی یہ ایک شہادت ہر طبقہ کے لوگوں میں خود ان کے نفسوں میں پیدا کر دی تا کہ انسان کو انکار کرنے کے واسطے کوئی مفر نہ رہ جاوے اور اندر ہی اندر ملزم ہوتا رہے۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 555-556)

کشف والہام کی حقیقت

منشی الٰہی بخش صاحب وغیرہ لوگوں کی اپنی بعض حالتوں سے دھوکا کھا جانے کی نسبت گفتگو تھی۔ اس پر حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا:

"عام طور پر رؤیا اور کشوف اور الہام ابتدائی حالت میں ہر ایک کو ہوتے ہیں' مگر اس سے انسان کو یہ دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ وہ منزل مقصود کو پہنچ گیا ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ فطرت انسانی میں یہ قوت رکھی گئی ہے کہ ہر ایک شخص کو کوئی خواب یا کشف یا الہام ہو سکے' چنانچہ دیکھا گیا کہ بعض دفعہ کفار' ہنود اور بعض فاسق فاجر لوگوں کو بھی خوابیں آتی ہیں اور بعض دفعہ سچی بھی ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خداتعالیٰ نے خود ان لوگوں کے درمیان اس حالت کا کچھ نمونہ رکھ دیا ہے جو کہ اولیاء اللہ اور انبیاء اللہ میں کامل طور پر ہوتا ہے تا کہ یہ لوگ انبیاء کا صاف انکار نہ کر بیٹھیں کہ ہم اس علم سے بے خبر ہیں۔ اتمام حجت کے طور پر یہ بات ان لوگوں کو دی گئی ہے' تا کہ انبیاء کے دعاوی کو سن کر حریف اقرار کرلے کہ ایسا ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے' کیونکہ جس بات سے انسان بالکل ناآشنا ہوتا ہے اس کا وہ جلدی انکار کر دیتا ہے۔ مثنوی رومی میں ایک اندھے کا ذکر ہے کہ اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ آفتاب دراصل کوئی شے نہیں لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر آفتاب ہوتا تو کبھی میں بھی دیکھتا۔ آفتاب بولا کہ اے اندھے! تو میرے وجود کا ثبوت مانگتا ہے۔ تو پہلے خدا سے دعا کر کہ وہ تجھے آنکھیں بخشے۔ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے۔ اگر وہ انسان کی فطرت میں یہ بات نہ رکھ دیتا تو نبوت کا مسئلہ لوگوں کو کیونکر سمجھ میں آتا۔ ابتدائی رؤیا یا الہام کے ذریعہ سے خدا بندہ کو بلانا چاہتا ہے' مگر وہ اس کے واسطے کوئی حالت قابل تشفی نہیں ہوتی' چنانچہ بلعم کو الہامات ہوتے تھے' مگر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کہ لو شئنا لرفعنہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا رفع نہیں ہوا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور میں وہ کوئی برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ ابھی تک نہیں بنا تھا۔ یہاں تک کہ وہ گر گیا ان الہامات وغیرہ سے انسان کچھ بن نہیں سکتا۔ انسان خدا کا بن نہیں سکتا جب تک ہزاروں موتیں اس پر نہ آویں اور بیضہ بشریت سے وہ نکل نہ آئے۔

سچی خوابیں

اور پھر دوسری تباہی یہ آرہی ہے کہ جس شخص کو کوئی سچی خواب یا رؤیا یا الہام ہوتا ہے وہی اپنے آپ کو مامور من اللہ اور رسول سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اور کوئی پچاس آدمی کے قریب ہوں گے جو اسی طرح ہلاک ہو رہے ہیں اور خلق خدا کو راہ راست سے پھیر رہے ہیں اور اس زمانہ میں ایسی باتوں کا وہ چرچا پھیل گیا ہے کہ پہلے زمانوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک ہندو میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ فلاں آدمی کی تبدیلی کی نسبت میں نے خواب دیکھی تھی پھر ویسے ہی ظہور میں آگئی تھی اور طاعون کی نسبت بھی پہلے سے خواب دیکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ انہی باتوں نے ہی تجھے ہلاک کرنا ہے۔

ایسے ہی ایک چوہڑی اپنی خوابیں بیان کیا کرتی تھی جو اکثر سچی ہوا کرتی تھیں

(-) ہر ایک اس فرق کو معلوم نہیں کر سکتا۔

ایسی خوابوں وغیرہ پر اپنے آپ کو پاک صاف نہیں سمجھ لینا چاہئے۔ بلکہ اپنی عملی حالت کو پاک کرنا چاہئے جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قد افلح من تزکیٰ (الاعلیٰ:15) اپنی حالت کا بہت مطالعہ کرنا چاہئے اور ایسی باتوں کی خواہش بھی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر تخم ریزی سے ہی انسان سمجھ لے کہ میں رسول ہوں تو ٹھوکر کھائے گا۔

یہاں تو معاملہ ہی اور ہے اور اس کے شرائط اور آثار بھی الگ ہیں۔ اس جگہ بڑی عقلمندی درکار ہے (-)

چاہئے کہ انسان اپنی حالت کو دیکھے اور اپنے اس تعلق کو دیکھے جو وہ خداتعالیٰ سے رکھتا ہے اور اپنے نفس کا مطالعہ کرے کہ کہاں تک عملی حالت درست ہوئی ہے۔ یہ نہیں کہ مجھے سچی خواب آگئی ہے۔ یہ تو دنیا میں ہوتا ہی رہتا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرعون کو بھی خواب آیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی بادشاہ وقت کے خواب کی تعبیر کی تھی۔ بہتیرے لوگ ہماری جماعت میں ایسے پائے جاتے ہیں جو بڑے بڑے الہامات لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔ اور اپنی بڑی بڑی خوابیں اور رؤیا بیان کرتے ہیں اور ان کی حالت دیکھ کر مجھے اندیشہ ہی رہتا ہے کہ کہیں ٹھوکر نہ کھاویں۔ ان کی نسبت تو سادہ طبع لوگ ہی اچھے ہوتے ہیں۔ غرض ایسی تمنا ہی نہیں کرنی چاہئے۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 318 - 317)

حقیقی احمدی کا مقصد

حقیقی (احمدی) کا یہ مقصد نہیں ہوا کرتا کہ اس کو خوابیں آتی رہیں بلکہ اس کا مقصد تو ہمیشہ یہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے اور جہاں تک اس کی طاقت اور ہمت میں ہے اس کو راضی کرنے کی سعی کرے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ یہ بات نرے مجاہدہ اور سعی سے نہیں ملتی بلکہ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق پر موقوف ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ رحیم کریم ایسا ہے کہ اگر کوئی اس کی طرف بالشت بھر آتا ہے تو وہ ہاتھ بھر آتا ہے اور اگر کوئی معمولی رفتار سے اس کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ غرض مومن کبھی ان باتوں کو اپنی زندگی کا مقصد تجویز نہیں کرتا کہ اسے خوابیں آنے لگیں یا کشوف ہوں یا الہامات ہوں۔ وہ تو ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے راضی ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ کی مقادیر اور قضا سے راضی ہو جانا بھی سہل امر نہیں۔ یہ ایک مشکل اور تنگ راہ ہے۔ اس سے ہر کوئی گزر نہیں سکتا۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 76)

سچی خواب مدار نجات نہیں

میں اس امر کا افسوس سے ذکر کرتا ہوں کہ بعض لوگ میں نے دیکھے ہیں جن کی زندگی کا بڑا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انہیں خواب آجاتے ہیں یا آنے چاہئیں۔ وہ سارا زور اسی امر پر دیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ ابتلاء ہے جو لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں وہ یاد رکھیں اس امر سے نجات وابستہ نہیں ہے۔ کبھی یہ سوال نہیں ہو گا تجھے کتنے خواب آئے تھے۔ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہوں چوری میں سزا پائی اور جب سزا پا کر آئے اور ان سے پوچھا تو انہوں کہا کہ چوری کرنے گئے تھے۔ خواب میں معلوم ہو گیا تھا کہ ایسا ہو گا۔ بڑے بڑے بدکار جو کنجر کہلاتے ہیں انہیں بھی سچی خواب آسکتی ہے۔ یہاں ہمارے ایک چوہڑی تھی اس کو بھی خواب آجاتے تھے۔ پس تم ابتلاء میں مت پھنسو۔ خدا تعالیٰ سے اپنے تعلقات بڑھاؤ اور اس کو راضی کرو۔ اپنے اعمال میں ایک خوبصورتی پیدا کرو انسان کو چاہئے کہ اس امر کا مطالعہ کرے کہ کیا قرآن شریف کے موافق میں نے اپنے اعمال کو بنالیا ہے یا نہیں؟ اگر یہ بات نہیں ہے تو خواہ اس کو ہزاروں خواب آئیں بے سود اور بے فائدہ ہیں۔ قرآن شریف میں یہی حکم ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا پورا ادا کرو۔ ان میں ریا، خیانت، شرارت باقی نہ ہو۔ وہ خالصۃً للہ ہوں۔ پس پہلے اس بات کو پیدا کرو۔ پھر اس کے ثمرات خود بخود حاصل ہوں گے۔

ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ بری چیزیں ہیں یا برا طریق ہے۔ نہیں نہیں۔ اصل مطلب یہ ہے کہ بداستعمالی بری ہے۔ بیمار کا فرض یہ ہے کہ وہ اول علاج کرائے نہ یہ کہ علاج تو کرائے نہیں اور کہے مجھے الف لیلہ کی سیر کے دو چار ورق سنادو۔ اسی طرح کشوف اور رؤیا روحانی سیر ہیں۔ جب روحانی بیماریوں کا علاج ہو جاوے گا اور روحانی صحت درست ہو گی اس وقت سیر بھی مفید ہو گی۔

جب انسان اپنے نفس کو کھو دیتا ہے اور غیر اللہ کی طرف التفات نہیں رہتی اور کسی کو اپنی نظر میں نہیں دیکھتا اور خدا ہی کو دیکھتا اور اس کو ہی سنتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ بھی اس کو سناتا ہے مگر وہ لوگ جن کے باوجودیکہ دو کان ہوتے ہیں مگر وہ حرص، ہوا، غصہ، کینہ وغیرہ ہر قسم کی طاقتوں کی باتیں سنتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی بات کیونکر سن سکتے ہیں۔ ہاں ایک قوم ہوتی ہے جو باقی سب کو ذبح کر ڈالتے ہیں اور سب طرف سے کانوں کو بند کر لیتے ہیں۔ نہ کسی کی سنتے ہیں نہ کسی کو سناتے ہیں۔ انہیں ہی خدا بھی اپنی سناتا ہے اور ان کی سنتا ہے اور وہی مبارک ہوتا ہے

پس اگر اس قوم میں داخل ہونا چاہتے ہو تو ان کے نقش قدم پر چلو۔ جب تک یہ بات پیدا نہ ہو ایسی آوازوں اور خوابوں پر ناز نہ کرو۔ خصوصاً ایسی حالت میں حدیث میں اضغاث احلام اور حدیث النفس کا ذکر موجود ہے۔ یہ کوئی چیز نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک تو حمل حقیقی ہوتا ہے۔ جب مدت مقررہ نو ماہ گزر جاتے ہیں تو لڑکا یا لڑکی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک اس کے مقابلہ میں حمل کاذب ہوتا ہے بعض عورتیں رات دن اولاد کی خواہش کرتی رہتی ہیں جس سے رجاء کی مرض پیدا ہو جاتی ہے اور جھوٹا حمل ہو کر پیٹ پھولنے لگتا ہے اور حمل کی علامات ظاہر ہوتی ہیں لیکن نو ماہ کے بعد پانی کی مشک نکل جاتی ہے۔ ایسا ہی حال ان کشوف اور خوابوں کا ہے جب تک انسان محض خدا ہی کا نہ ہو جاوے۔ یہ کچھ بھی چیز نہیں۔ انسان کی عزت اسی میں ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ جب وہ خدا کا مقرب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہزاروں برکات اس پر نازل کرتا ہے زمین سے بھی اور آسمان سے بھی اس پر برکات اترتے ہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 104 تا 106)

مومن کی نظر اعمال صالحہ پر ہونی چاہئے

ایک نوجوان نے اپنے کچھ رؤیا اور الہامات سنانے شروع کئے جب وہ سنا چکا تو آپ نے فرمایا:۔

میں تمہیں نصیحت کے طور پر کہتا ہوں۔ اسے خوب یاد رکھو کہ ان خوابوں اور الہامات ہی پر نہ رہو بلکہ اعمال صالحہ میں لگے رہو۔ بہت سے الہامات اور خواب سبز و پھل کی طرح ہوتے ہیں جو کچھ دنوں کے بعد گر جاتے ہیں اور پھر کچھ باقی نہیں رہتا ہے۔ اصل مقصد اور غرض اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا اور بے ریا تعلق۔ اخلاص

اور وفاداری ہے جو نرے خوابوں سے پوری نہیں ہو سکتی مگر اللہ سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔ جہاں تک ہو سکے صدق و اخلاص و ترک ریا و ترک منہیات میں ترقی کرنی چاہئے اور مطالعہ کرتے رہو کہ ان باتوں پر کس حد تک قائم ہو۔ اگر یہ باتیں نہیں ہیں تو پھر خوابیں اور الہامات بھی کچھ فائدہ نہیں دیں گے بلکہ صوفیوں نے لکھا ہے کہ اوائل سلوک میں جو رؤیا یا وحی ہو اس پر توجہ نہیں کرنی چاہئے وہ اکثر اوقات اس راہ میں روک ہو جاتی ہے۔ انسان کی اپنی خوبی اس میں تو کوئی نہیں کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو وہ کسی کو کوئی اچھی خواب دکھاوے یا کوئی الہام کرے اس نے کیا کیا؟ (۔) اگر اعمال صالحہ پر نظر نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ وہ مکر اللہ کے نیچے آ جائے گا۔ ہم کو تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کریں اور اس کے لئے ضرورت ہے اخلاص کی، صدق و وفا کی، نہ یہ کہ قیل و قال تک ہی ہماری ہمت و کوشش محدود ہو۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ بھی برکت دیتا ہے اور اپنے فیوض و برکات کے دروازے کھول دیتا ہے اور رؤیا اور وحی کو القاء شیطانی سے پاک کر دیتا ہے اور اضغاث احلام سے بچالیتا ہے۔ پس اس بات کو کبھی بھولنا نہیں چاہئے کہ رؤیا اور الہام پر مدار صلاحیت نہیں رکھنا چاہئے۔ بہت سے آدمی دیکھے گئے ہیں کہ ان کو رؤیا اور الہام ہوتے رہے لیکن انجام اچھا نہیں ہوا۔ جو اعمال صالحہ کی صلاحیت پر موقوف ہے۔ اس تنگ دروازہ سے جو صدق و وفا کا دروازہ ہے گزرنا آسان نہیں۔ ہم کبھی ان باتوں سے فخر نہیں کر سکتے کہ رؤیا یا الہام ہونے لگے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہیں اور مجاہدات سے دستکش ہو رہیں اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا (۔) اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ مجاہدہ کرے اور وہ کام کرکے دکھلاوے جو کسی نے نہ کیا ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ صبح سے شام تک مکالمہ کرے تو یہ فخر کی بات نہیں ہوگی کیونکہ یہ تو اس کی عطا ہوگی۔ دھیان یہ ہوگا کہ خود ہم نے اس کے لئے کیا کیا۔

بلعم کتنا بڑا آدمی تھا۔ مستجاب الدعوات تھا۔ اس کو بھی الہام ہوتا تھا لیکن انجام کیسا خراب ہوا اللہ تعالیٰ اسے کتے کی مثال دیتا ہے اس لئے انجام کے نیک ہونے کے لئے مجاہدہ اور دعا کرنی چاہئے اور ہر وقت لرزاں ترساں رہنا چاہئے۔

مومن کو اعتقاد صحیح رکھنا اور اعمال صالحہ کرنے چاہئیں اور اس کی ہمت اور سعی اللہ تعالیٰ کی رضا اور وفاداری میں صرف ہونی چاہئے۔

مومن کی صحیح رؤیا کی تعبیر یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق ہو۔ اس کے اوامر نواہی اور وصایا میں پورا اترے اور ہر مصیبت و ابتلاء میں صادق مخلص ثابت ہو۔

(ملفوظات جلد سوم ص 637-638)

سچی خوابوں کے بارہ میں

سنت اللہ

فرمایا:

سنت اللہ اسی طرح سے جاری ہے اور ہمارا اعتقاد بھی یہی ہے کہ بعض لوگوں کو نہ تو خدا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی ان کے اخلاق عادات اچھے ہوتے ہیں۔ مگر جب کسی اپنے پرائے نے مرنا ہو یا کوئی اور ایسا ہی واقعہ ہونا ہو تو بعض اوقات خوابوں کے ذریعہ سے کچھ نہ کچھ اطلاع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ایک چوہڑی کو بھی میں نے دیکھا ہے کہ اس کی اکثر خوابیں سچی نکلا کرتی تھیں۔ بلکہ ایک پرلے درجہ کی زانیہ اور بدکار عورت کو بھی کچھ نہ کچھ خوابیں آ سکتی ہیں اور بازاری عورتیں طوائف وغیرہ بھی اکثر اوقات بیان کیا کرتی ہیں کہ میری فلاں خواب سچی نکلی۔ (ملفوظات جلد پنجم ص 308)

خوابوں کے معاملات

ایک شخص کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میں نے خواب میں مرزا صاحب کو اچھی صورت میں نہیں دیکھا۔ فرمایا کہ:

"انسان کو اپنے اندرونی حالات کے نقشے دکھائے جاتے ہیں۔ اپنے ہی حجب درمیان میں آ جاتے ہیں۔"

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ذکر کیا کہ ہمارے استاد صاحب نے ایک شہر میں ایک دفعہ خواب میں اللہ تعالیٰ کو ایک بدصورت عورت کی شکل میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس شہر کے لوگوں نے میری ایسی بے عزتی کی ہے۔ (ملفوظات جلد چہارم ص 266)

اصل بات یہ ہے کہ جس قدر تعلقات انسان کے وسیع ہوتے جاتے ہیں، اسی قدر سلسلہ اس کے خواب کا بلحاظ تعلقات وسیع ہوتا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کلکتہ کا کوئی ایسا شخص ہو، جس کو ہم جانتے بھی نہیں، تو اس کے متعلق کوئی خواب بھی نہ آئے گی۔ چنانچہ کئی سال پہلے جب مجھے صرف چند آدمی جانتے تھے، اس وقت جو خواب آتی تھی وہ ان تک ہی محدود ہوتی تھی اور اب کئی ہزار سے تعلق رکھتی ہے۔

(ملفوظات جلد اول ص 181)

خواب قضاءِ معلق ہوتے ہیں

ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ:

خواب ہر ایک انسان کو عمر بھر میں کبھی مبشر اور کبھی وحشتناک ضرور آتے ہیں مگر وہی قضا مبرم اور فیصلہ کن نہیں ہوا کرتی۔ خدا تعالیٰ کی معرفت کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ قضا کبھی ٹل بھی جایا کرتی ہے۔ خواب کے حالات خواہ مبشر ہوں یا منذر۔ دونوں صورتوں میں قضاء معلق کے رنگ میں ہوا کرتے ہیں۔ ان کے نتائج کے برلانے یا روکنے کے واسطے ضروری ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرے کہ اگر یہ امر میرے واسطے مفید اور تیری رضا کے بموجب ہے تو تو اسے جیسا مجھے خواب میں مبشر دکھایا ہے ایسا ہی بشارت آمیز صورت میں پورا کر۔ ورنہ منذر ہے تو اس کی خوفناک صورت سے اپنے آپ کو حفاظت میں رکھنے کے لئے بھی استغفار اور توبہ کرتا رہے۔

(ملفوظات جلد سوم ص 241)

محنت درکار ہے

ایک شخص کے خط کے جواب میں فرمایا:۔

آپ کی خواب کے آثار یوں ہی نظر آتے ہیں

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

سو سال پہلے
تاریخ احمدیت سے

سنہ ۱۹۰۱ء

مخالف علماء کو صلح کی مخلصانہ پیشکش

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت سے لے کر اس وقت تک مخالف علماء جماعت احمدیہ کو مسلم معاشرہ سے بالجبر کاٹ پھینکنے کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے تھے مگر حضرت اقدس تو امن وسلامتی کے شاہزادہ تھے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ نے مسلسل دس سال تک اذیتیں برداشت کیں اور اُف تک نہ کی۔ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے معتقدین کو مظالم کا تختہ مشق بنتے دیکھا اور انہیں صبر و تحمل کی تعلیم دی، گالیاں سنیں اور اس کے جواب میں دعاؤں اور تعلق باللہ کی ہدایت فرمائی لیکن اس نرمی اخلاق اور محبت ومروت کا علماء پر الٹا اثر ہوا کہ وہ اور زیادہ تشدد پر اتر آئے۔ بالآخر حضرت اقدسؑ نے امت کی صفوں میں یک جہتی اور اتحاد پیدا کرنے کے لئے ۵/مارچ ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار دیا جس میں علماء کو صلح کی یہ نہایت مخلصانہ پیشکش کی کہ "آئندہ فریقین ایک پختہ عہد کریں کہ وہ اور تمام وہ لوگ جو ان کے زیر اثر ہیں ہر ایک قسم کی سخت زبانی سے باز رہیں اور کسی تحریر یا تقریر یا اشارہ کنایہ سے فریق مخالف کی عزت پر حملہ نہ کریں اور اگر دونوں فریق میں سے کوئی صاحب اپنے فریق مخالف کی مجلس میں جائیں تو جیسا کہ شرط تہذیب و شائستگی ہے فریق ثانی مدارات سے پیش آئیں"۔ نیز لکھا کہ "مَیں نے یہ انتظام کر لیا ہے کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے کوئی ایسا مضمون شائع نہیں کرے گا جس میں آپ صاحبوں میں سے کسی صاحب کی تحقیر اور توہین کا ارادہ کیا گیا ہو اور اس انتظام پر اس وقت سے پورا عمل درآمد ہو گا جب کہ آپ صاحبوں کی طرف سے اسی مضمون کا ایک اشتہار نکلے گا"۔

اس اشتہار میں حضورؑ نے علماء کو اس طرف بھی توجہ دلائی کہ:

"اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں ہے تو خود یہ تباہ ہو جائے گا اور اگر خدا کی طرف سے ہے تو کوئی دشمن اس کو تباہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے محض قلیل جماعت خیال کر کے تحقیر کے درپے رہنا طریق تقویٰ کے برخلاف ہے۔ یہی تو وقت ہے کہ ہمارے مخالف علماء اپنے اخلاق دکھلائیں ورنہ جب **احمدی فرقہ دنیا میں چند کروڑ انسانوں میں پھیل جائے گا اور ہر ایک طبقہ کے انسان اور بعض ملوک بھی اس میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ** ہے تو اس زمانہ میں تو یہ کینہ اور بغض خود بخود لوگوں کے دلوں سے دور ہو جائے گا لیکن اس وقت کی مخالفت او رمدارات خدا کے لئے نہیں ہو گی۔...... آئندہ جس فریق کے ساتھ خدا ہو گا وہ خود غالب ہوتا جائے گا دنیا میں سچائی اول چھوٹے سے تخم کی طرف آتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے۔ وہ پھل اور پھول لاتا ہے اور حق جوئی کے پرندے اس میں آرام کرتے ہیں"۔

علماء کا مصالحت سے انکار

اس زمانہ کے علماء نے جو ہر حال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خدام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے درپے تھے صلح کے نام پر ہی سخت آگ بگولا ہو گئے اور مصالحت سے صاف انکار کرتے ہوئے بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ ہم آپ سے تہذیب وشائستگی اور مدارات کا معاملہ کرنا جائز ہی نہیں سمجھتے۔ آپ (معاذاللہ) مرتد و کافر اور داعی الی الضلال ہیں اور اور آیت ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ﴾ کے مصداق ہیں۔ لہذا آپ سے صلح ان شرائط سے ہو سکتی ہے اول یہ کہ آپ علماء سے معافی مانگیں۔ دوسرے آپ اپنی تمام کتابوں کو علی رؤس الاشہاد جمع کر کے جلا دیں اور اشتہار عام کے ذریعہ سے ان کتابوں سے بیزاری کا اظہار کریں اور آئندہ پختہ عزم کریں کہ زندگی بھر ان کے مذہب کی تائید وخدمت کروں گا اور جو کچھ حق میں چھپایا ہے اسے خوب بیان کروں گا۔ جب مرزا صاحب ایسا کریں گے تب جناب پیر (مہر علی شاہ۔ناقل) صاحب اور ہم سب اہل اسلام مرزا صاحب کو از سرنو اسلام میں داخل ہونے کی مبارک باد دے کر مصالحت کا عہد وپیمان موافق ان کی مرضی کے فوراً شائع کر دیں گے اور مشہور کر دیں گے کہ مرزا صاحب کفر وارتداد سے نکل کر اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔

اس حقارت آمیز رویہ کے پیچھے صرف یہ خیال کار فرما تھا کہ یہ جماعت اپنی تعداد میں نہایت درجہ قلیل ہے اور عنقریب مخالفتوں کی تاب نہ لا کر صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لئے محو ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے صاف لکھا:

"اس فرقہ ابوجہلیہ و طائفہ احمقیہ کو اتباع مسیلمہ کذاب واسود عنسی وامثالہا پر قیاس کرنا چاہئے

نہ شافعی وغیر ہما پر۔ اور عنقریب انشاء اللہ ان کی طرح خدا اس کو مضمحل و نیست و نابود کر دے گا"۔

...... "ایسا مذہب خبیث، ناپاک، بے بنیاد، عقل اور نقل دونوں کے خلاف متناقض و متہات کبھی پھیل نہیں سکتا"۔

لیکن یہ محض ان کی خام خیالی تھی۔ آخر وہی ہوا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا تھا کہ احمدیت کا بیج بویا جا چکا ہے۔ اب یہ عظیم الشان درخت بننے والا ہے اور حق جوئی کے پرندے اس میں آرام کرنے والے ہیں۔ چنانچہ پوری ایک صدی کی مخالفتوں اور فتنہ سامانیوں کے بعد اب احمدیت کا درخت نہایت سرعت سے شرق و غرب میں پھیل رہا ہے اور طیور ابراہیمی اس پر بسیرا کر رہے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم - مؤلفہ دوست محمد شاھد)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامو!

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"اے محمدؐ کے غلامو! اور اے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالو!! اب اس بات کو چھوڑ دو کہ تم کیا کرتے ہو اور تمہارے ذمہ کیا کام لگائے گئے ہیں۔ تم میں سے ہر ایک داعی ہے اور ہر ایک خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہو گا۔ تمہارا کوئی بھی پیشہ ہو، کوئی بھی تمہارا کام ہو، دنیا کے کسی خطہ میں بس رہے ہو، کسی قوم سے تمہارا تعلق ہو، تمہارا اولین فرض یہ ہے کہ دنیا کو محمدؐ کے رب کی طرف بلاؤ اور ان اندھیروں کو نور میں بدل دو اور ان کی موت کو زندگی بخش دو۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵/فروری ۱۹۸۳ء)

کاش اب سمجھیں کہ ہے کیا احترامِ زندگی

ہر گھڑی دیتے رہے جن کو پیامِ زندگی
وہ نہ سنتے تھے توجہ سے کلامِ زندگی

موجِ دریا نے کیا پیدا قیامت کا سماں
پھر بھی وہ سمجھے نہ مولیٰ کا نظامِ زندگی

جس جگہ نامِ خدا لینا ہو اک جُرمِ عظیم
پھر مٹے نہ کیوں وہاں پر اہتمامِ زندگی

آسماں کی بات پر تم نے توجہ کیوں نہ دی
کیوں نہ مانا جو تمہارا تھا امامِ زندگی

وقت آئے گا تو جانیں گے ہمارے قدر بھی
کاش اب سمجھیں کہ ہے کیا احترامِ زندگی

ڈھال ہم بنتے ہیں ان کی جب بھی خطرہ ہو انہیں
ہم تمہیں دیں گے ہمیشہ اعتصامِ زندگی

امامِ آخر زماں کو گر کرو دل سے قبول
پاؤ گے پھر ہر وطن میں انتظامِ زندگی

خواجہ عبدالمومن۔ ناروے

معاندِ احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

دوست محمد شاهد۔ مؤرخ احمدیت

کارخانہ تھانوی میں تیار شدہ ''امیر المومنین''

گزشتہ سال ۹، ۱۰، ۱۱/اپریل کو پشاور میں ایک پرجوش دیوبندی کانفرنس منعقد کی گئی۔ روزنامہ 'جنگ' کراچی نے ۹/اپریل ۲۰۰۱ء کو اس ضمن میں جو سپیشل سپلیمنٹ جاری کیا اس میں مفتی محمد جمیل خان نے ''دارالعلوم دیوبند کی خدمات'' پر کئی کالم سیاہ کئے اور ان ''سنہری خدمات'' میں ''تحریک طالبان افغانستان'' کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ کانفرنس میں ''امیر المومنین ملا محمد عمر'' کا ایک پیغام بھی سنایا گیا جس میں ملا محمد عمر نے یہ گوہر افشانی کی کہ:

''سرزمین افغانستان کا ایک ایک چپہ دارالعلوم دیوبند کے فیض کا منہ بولتا ثبوت ہے''۔

قطع نظر اس کے کہ افغانستان کے بدنصیب ملک کے چپہ چپہ پر دیوبندی تجلیات نے کیا قیامت ڈھائی ہے اس کالم میں یہ حقیقت منکشف کرنا مقصود ہے کہ ملا عمر کا اسلام اور قرآن کی تعلیمات کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے مسندِ ''امیر المومنین'' پر جلوہ آرا ہونا فی الواقع سیاست دیوبندی کا کرشمہ تھا کیونکہ انہیں ''امیر المومنین'' نام سے جو ماڈل حاصل ہوا وہ دیوبندی عالم مولوی اشرف علی تھانوی کے نظریاتی کارخانہ ہی کا تیار شدہ تھا جس کا منہ بولتا ثبوت مولوی تھانوی صاحب کا حسب ذیل بیان ہے:۔

''الافاضات الیومیہ'' حصہ سوم صفحہ ۱۵۔ ناشر کتب خانہ امدادیہ کراچی نمبر ۱۹۔ میں تھانوی صاحب کے ملفوظ نمبر ۱۶ کے زیر عنوان لکھا ہے۔

''امیر شاہ خان صاحب نے ایک بات بہت اچھی بیان کی کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کا مقابلہ سلطنت ہی کر سکتی ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا کیسا تقدس ہے کہ حضور کے نور سے ان کو خاص تلبس ہے مگر یزید کے مقابلہ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی سلسلہ میں (تھانوی صاحب نے) فرمایا کہ ایک جنٹلمین یہاں آئے تھے۔ مجھے کہا کہ تم تحریکات میں کیوں شامل نہیں ہوئے۔ مَیں نے کہا کہا کہ اس میں ایک کسر ہے۔ کہا: کیا؟ مَیں نے کہا کہ اس جماعت میں کوئی امیر المومنین نہیں۔ کہا ہم آپ ہی کو امیر المومنین بناتے ہیں۔ مَیں نے کہا مَیں بنتا ہوں مگر چند شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مشاہیر علماء اور لیڈر میرے امیر المومنین ہونے پر دستخط کر دیں اور ایک یہ کہ سب مسلمان اپنی تمام املاک میرے نام ہبہ کر دیں خواہ وہ روپیہ ہو یا زیور ہو یا باغات ہوں۔ یہ شرائط اس لئے ہیں کہ بدوں قوت کے امیر المومنین محض کاغذی امیر المومنین ہو گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آج امیر المومنین ہوں کل کو اسیر الکافرین''۔

''اب سنئے امیر المومنین ہونے کے بعد سب سے اوّل جو حکم دوں گا وہ یہ ہو گا کہ دس سال تک کے لئے سب خاموش، ہر قسم کی تحریکات اور ہر قسم کا شور و غل بند۔ اس دس سال میں انتظام کروں گا مسلمان کو مسلمان بنانے کے اور ان کی اصلاح کے لئے۔ .... مکمل انتظامات کے بعد جو مناسب ہو گا حکم دوں گا۔ عملی صورت یہ ہے کام کرنے کی اور محض کاغذی امیر المومنین بنانا چاہتے ہو تو اس کا (نتیجہ) یہ ہو گا کہ آج امیر المومنین ہوں گا کل کو اسیر الکافرین ہوں گا، آج سردار بنوں گا اور کل کو سر دار ہوں گا''۔

(ایضاً صفحہ ۹۹۔ ۱۰۰، ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ لاہور)

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہو
(غالبؔ)

کتاب چھاپنے والے دیوبندی ادارہ نے عرض ناشر میں اسے ''گنجینۂ جواہرات'' قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''ان ملفوظات میں یہ حیرت انگیز اثر دیکھنے میں آیا کہ ہر پڑھنے اور ان کو سننے سے بے شمار انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب آگیا''۔

دیوبندیوں کے ''مجدد ملت'' اور ''حکیم الامت'' کے ملفوظات کی برکت سے ملا عمر بھی ''انقلاب'' کی زد میں آ گئے۔ مگر یہ ''انقلاب'' معکوس تھا جس کا نقشہ سرتاج شعراء اردو میر تقی میرؔ کے درج ذیل اشعار میں پوری شان سے کھینچا گیا ہے

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا
یاں کے سپید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا
میرؔ کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اس نے تو
قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا

☆......☆......☆......☆

اور اب ملاحظہ ہو ''امیر المومنین'' کا ''غریب خانہ'' کے عنوان سے جناب بیگ راج کے قلم سے ایک حقیقت افروز شذرہ۔ وہ لکھتے ہیں:

''ملا عمر کہاں روپوش ہو گئے؟ قندھار میں ان کی رہائش گاہ پر کافروں نے قبضہ کر لیا ہے۔ وہ رہائشگاہ جس کی تعمیر میں پانچ برس لگے تھے اب اس میں امیر المومنین کو شاید ہی قیام کرنا کبھی نصیب ہو سکے۔ اب تو ڈبل بیڈ پر طالبان مخالف حملہ آور اپنے اسلحہ کے ساتھ تصویریں بنواتے ہیں، حامد کرزئی نے اپنا عوامی رابطہ آفس بنا لیا ہے۔

کیمروں کی آنکھ اس کی رہائشگاہ کی مرمریں دیواروں اور زرکار دریچوں کو جب گرفت میں لیتی ہے تو کمزور دل ناظرین شرمندگی سے آنکھیں بند

کر لیتے ہیں۔یقین نہیں آتا کہ ایک 'منکسر المزاج' ، ایک 'فقیر منش حکمران'، ایک ''متقی اور پرہیز گار، سکول ٹیچر''، ''سادگی اور بے غرضی'' کا سراپا عالم دین ، اڑھائی کروڑ مفلسوں اور ناداروں کا ''خیر خواہ''، اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا، قرون اولیٰ والے ایمان کا دعویدار ، افغان امارت اسلامی کا امیر ، ایسی پر تعیش رہائشگاہ میں قیام فرماتا تھا۔
یقین نہیں آتا لیکن کیا کیا جائے کہ کافروں نے سیٹلائٹ کے ذریعے اس ''غریب خانے'' کے رنگین درودیوار کو دنیا کے سامنے جیتی جاگتی تصویروں کی صورت میں بار بار دکھایا ہے۔اخبارات نے جرأت کر کے ایک دن کے وقفے کے بعد بالآخر خبر دے دی ہے۔چیدہ چیدہ پہلو ایک بار پھر ''قندھار کی پہاڑیوں کے دامن میں طالبان کے سپریم لیڈر ، مجسمہ شکن ملا عمر کی رہائشگاہ میں ایک قیمتی مجسمہ نصب ہے جس کے متعلق افغانوں کو علم نہیں۔ملا عمر کے گھر میں اندرونی چھتوں پر فانوس، دیواروں پر آئینے اور فرش پر دبیز قالین موجود ہیں۔ گھر کا صحن افغان معیار سے کہیں وسیع تر ہے ۔مویشیوں کے باڑہ سمیت تمام کمرے ائرکنڈیشنڈ ہیں۔ بجلی کے پنکھوں کے ذریعہ گائیوں اور گھوڑوں کو ٹھنڈا رکھا جاتا تھا۔پینے کے لئے پانی کے نل نصب تھے۔باتھ رومز ٹائلز سے مزین تھے ۔ٹائلٹ میں فلش سسٹم لگایا گیا تھا۔اس میں شاور کی سہولت بھی موجود ہے۔ ملا عمر نے امریکی فضائی حملوں کے شروع ہوتے ہی رہائشگاہ خالی کردی تھی''۔
''جناب حامد کرزئی نے غیر ملکی صحافیوں کو اس محل نما قیام گاہ کا دورہ کراتے ہوئے بتایا کہ یہ شاہانہ عمارت اسامہ کی دولت اور افغانوں کے خون سے تیار کی گئی تھی''۔
بیگ راج مزید لکھتے ہیں:
''ملا عمر بھی ایک حکمران تھے۔ انہیں آرام دہ رہائش گاہ میں رہنے کا حق تھا۔ لیکن ہمارے ملک کی مذہبی جماعتوں نے ان کے بارے میں عجیب و غریب داستانیں گھڑیں۔ وہی مذہبی اور جہادی علماء جن کے پاس نت نئی گاڑیاں دیکھ کر خیال آتا ہے کہ یہ عیش وعشرت کی زندگی کس کاروبار کی عطا ہے؟ کیا ان لوگوں کے پاس سونے کی کانیں ہیں؟ کیا ان کی ملیں چل رہی ہیں؟ جب مذہب کاروبار بن جائے تو پھر خدا بھی روٹھ جاتا ہے.........۔
امیر المومنین کا ''غریب خانہ'' دیکھ کر صرف اتنا سا افسوس ہوا کہ افغانستان کی سرزمین پر بھی اسلام کو بطور ہتھیار استعمال کیا گیا!!''۔
(اخبار ''دن'' لاہور۔ ۱۴/دسمبر ۲۰۰۱ء صفحہ ۲)

بقیہ صفحہ ۲۶

کہ انشاء اللہ رؤیا صالحہ و واقعہ صحیحہ ہوگا۔ مگر اس بات کے لئے کہ مضمون خواب حیّز قوت سے حد فعل میں آوے۔ بہت سی محنتیں درکار ہیں۔ خواب کے واقعات اس پانی سے مشابہ ہیں کہ جو ہزاروں من مٹی کے نیچے زمین کی تہہ تک میں واقع ہے جس کے وجود میں تو کچھ شک نہیں لیکن بہت سی جانکنی اور محنت چاہئے تا وہ مٹی پانی کے اوپر سے بکلی دور ہو جائے اور نیچے سے پانی شیریں اور مصفا نکل آوے۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ صدق اور وفا سے خدا تعالیٰ کو طلب کرنا موجب تحصیابی ہے۔
(ملفوظات جلد چہارم ص411)
یہ بات درست ہے کہ اگر کوئی منذر خواب آوے تو صدقہ و خیرات اور دعا سے وہ بلا ٹل جاتی ہے۔
(ملفوظات جلد سوم ص278)

خواب کے متعلق ایک نکتہ

مرزا اکبر بیگ صاحب نے حضرت کی خدمت میں اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں ایک عمدہ خواب دیکھ رہا تھا کہ مجھے ایک شخص محمد حسین نے فوراً جگا دیا۔
حضرت نے فرمایا کہ:
جگانے والے کا وجود بھی خواب کا ایک جزو ہوتا ہے اور اس کے نام میں اس خواب کے متعلق تعبیر ہوتی ہے۔ فرمایا:
اگر خدا تعالیٰ کا منشا نہ ہو تو کوئی جگا بھی نہیں سکتا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔
(ملفوظات جلد پنجم ص241-242)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارہ میں

ایک ضروری یاددہانی

زکوٰۃ پانچ ارکانِ اسلام میں سے تیسرا رُکن ہے اور یہ ہر اُس احمدی مسلمان پر جو صاحبِ نصاب ہو فرض ہے خواہ وہ چندہ عام یا حصہ آمد ادا کرتا ہو۔ چندہ کو ہرگز زکوٰۃ کا متبادل نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ چندہ عام یا حصہ آمد تو آمد پر ادا ہوتا ہے خواہ وہ کسی ذریعہ سے ہو جبکہ صاحبِ نصاب وہ شخص ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولے (یعنی 612.36 گرام) چاندی یا اتنی مالیت کے برابر سونا یا نقدی ہو۔

زکوٰۃ اس رقم پر یا بینک بیلنس پر ادا کی جاتی ہے جو ایک سال تک کسی کے پاس یا بینک میں رہے۔

سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ صرف اس شکل میں واجب ہوتی ہے جو عام طور پر استعمال میں نہ رہتے ہوں۔ جو زیور عام طور پر استعمال میں رہتے ہوں لیکن وہ زیور غرباء کو عاریۃً نہ دیئے جاتے ہوں تو اُن کی زکوٰۃ ادا کرنا ہی بہتر ہے لیکن سونے چاندی کے جو زیور عام طور پر استعمال میں بھی رہتے ہوں اور کبھی کبھار غرباء کو بھی ان کی ضرورت پر استعمال کے لئے دے دیئے جاتے ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

ساڑھے باون تولے چاندی یا اتنی مالیت کے برابر سونا یا نقدی کا چالیسواں حصہ (2.5%) سال میں ایک بار بطور زکوٰۃ کے ادا کی جاتی ہے۔

نوٹ:۔ زیور میں اگر کوئی اور دھات ملی ہوئی ہو یا پتھر وغیرہ لگے ہوئے ہوں تو اُن کے وزن کا اندازہ لگا کر پھر سونے یا چاندی کی مقدار کے مطابق اس پر زکوٰۃ لگائی جائے گی۔

احبابِ جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ جو صاحبِ نصاب ہیں وہ اس فرض کی ادائیگی کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

یقین اور اعتماد

سوچنا تو انسان کا خاصہ ہے۔ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا پڑتا ہے۔ ہر بات کے مختلف زاویوں پر نظر رکھنی پڑتی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو غلطی کا امکان ہوتا ہے۔ اور جب کوئی شخص غلطی کرتا ہے تو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ بے سوچے سمجھے کام کیا ہے۔ اگر ذرا سا غور کر لیتا۔ ذرا سا سوچ لیتا تو یہ نوبت نہ آتی۔

لیکن ہر بات کی طرح سوچ کے بھی دو پہلو ہیں۔ دو زاوئے ہیں ایک اچھا ایک برا۔ اچھی سوچ اچھا زاویہ۔ اور بری سوچ برا زاویہ۔ بری سوچ کو بد ظنی کہتے ہیں۔ سوچنا تو ضرور چاہئے لیکن اچھا سوچنا چاہئے درست اور مفید پہلوؤں کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ ہر تفتیش کے لئے سوچ کی ضرورت ہے اور ہر تحقیق کے لئے سوچ کی ضرورت ہے لیکن اگر غلط سوچ سوچ کر اور اس کے غلط پہلوؤں کو سامنے رکھ کر آگے بڑھا جائے تو نتیجہ غلط بھی نکلے گا اور ضرر رساں بھی۔

حقیقت یہ ہے کہ انسانی معاشرہ کا قیام اور اس کا استحکام سوچ کے درست زاویوں پر منحصر ہے۔ اگر ہم ملنے والے کے متعلق یہ سمجھیں کہ شاید یہ ہمارا دشمن ہی ہو تو زندگی دوبھر ہو جائے۔ ہم ہزاروں لوگوں سے ملتے ہیں۔ اور اس طرح ملتے ہیں کہ گویا وہ ہمارے دوست ہیں۔ اگر دوست نہیں تو دشمن بھی نہیں اور اسی سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ ہر شخص کو بے گناہ سمجھیں جب تک کہ اس کا کوئی گناہ سامنے نہ آجائے۔ یہ حسن ظن ہے۔ اور حسن ظن ہی معاشرہ کی تشکیل کا باعث بنتا ہے۔ انسان بد ظنی کر کے تو خدا سے بھی دور ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح اپنی زندگی کے مقصد کو کھو دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے خیال کے مطابق ہو جاتا ہوں وہ میرے متعلق اچھا سوچتا ہے تو میں اس کے لئے اچھے اچھے کام ہی کرتا ہوں۔ اگر وہ میرے متعلق برا سوچتا ہے تو میں بھی اس کے ساتھ مہربانی کا سلوک نہیں کرتا۔

پس حسن ظن ہی کرنا چاہئے۔ سوچ کے زاوئے اچھے اور نیک ہوں تو ہر طرف یقین اور اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

یقین اور اعتماد ہماری زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔